۴۸۶

امامیہ مشن کا سولھواں تبلیغی رسالہ

[illegible]

حصہ اول

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

تعداد طبع ایکہزار

قیمت ۵ر

خرچہ ڈاک ۱ر

امامیہ مشن بلڈنگ فنڈ

میں سردست ایک ہال کی تعمیر کیلئے صرف ۲ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے جس کا فراہم کردینا شیعیان امیر المومنین علیہ السلام کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے صرف ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے۔

اُٹھئے اور مولا کا نام لیکر خود اور اپنے احباب سے تھوڑی تھوڑی رقم جمع کر کے اس اہم مقصد کا تکملہ کرادیجئے اور اپنے اس دینی و تبلیغی ادارہ کو کرایہ کے مکان کا محتاج اور اس پر اپنی گاڑھی کمائی کے پیسہ کو برباد کرنے کا موقع نہ دیجئے۔

اس فنڈ میں قلیل سے قلیل رقم بھی بصد شکریہ وصول کیجاوے گی اور اس کا اخبارات میں اعلان ہوتا رہے گا۔

الداعی الی الخیر

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

فہرست کتاب مذہب باب و بہا حصہ اوّل

[illegible]

حصہ اول

مصنفہ

سرکار شریعتمدار سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد مدظلہ العالی

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سید رضا حسین

امامیہ مشن کی سولہویں دینی خدمت

حضرات! آپ کی مشن کا یہ رسالہ جو آپ کے سامنے پیش ہو رہا ہے ایک اہم اور وسیع سلسلہ تحقیقات کا پہلا حلقہ ہے جس کی موجودہ زمانہ میں اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی اسلئے کہ ہندوستان میں لوگ اس مذہب کے متعلق معلومات سے بالکل تہیدست ہیں،

ہمکو امید ہے کہ افراد قوم اس رسالہ کی قدر فرمائینگے۔ اور ہمکو موقع ہوگا کہ ہم بہت جلد اس کا دوسرا حصہ شایع کریں۔ والسلام

خادم ملت ۔ سید ابن حسین آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی خاتم النبیین وآلہ الطاہرین:

تمہید ایران کا بابی و بہائی مذہب جس کی عمر کچھ کم سو برس کی ہو چکی ہے اس کو ہندوستان میں آئے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہے اس لئے یہاں کے ارباب مذہب کو اس نوعمر مذہب کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں۔

یہاں قادیانی مذہب کو بہت زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے اسلئے کہ اسکی پیداوار اور نشوونما اسی سرزمین کے خطۂ خاص پنجاب سے ہوئی ہے اور اُس کا مرکز اصلی یہیں رہا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مذہب بہائیت کی ایک بگڑی ہوئی نقل ہے اور کچھ نہیں۔

اس ملک میں بہائی مذہب کا حلقۂ اثر زیادہ تر پارسی قوم کے متمول افراد کا مرہون نظر ہے جنکو اس مذہب کے ساتھ ایک ملکی و قومی رشتہ حاصل ہے اور اسلئے وہ اس مذہب کی اشاعت کے دل سے متمنی ہیں۔

مسلمانوں میں معدودے چند افراد ایسے ہیں جن کو اس مذہب سے کافی

دلچسپی پیدا ہوئی اور وہ اس کی تبلیغ کے فرض کو انجام دینے لگے ہیں جس کی وجہ سے خالی الذہن افراد تک کبھی کبھی اس مذہب کے کچھ معتقدات جو پہونچ جاتے ہیں تو وہ اُنکو انتہائی توحش کی نظر سے دیکھتے ہیں اور چونکہ وہ مسائل ایک حد تک تازہ و نو معلوم ہوتے ہیں لہٰذا اُن کو اس سلسلہ میں کاوش دماغ و کاہش فکر پیدا ہوتی ہے اور وہ اُن کو انتہائی استعجاب و تحیّر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کبھی اُن کے حل کے متعلق اُنکو شکوک و سواس کی حالت پیدا ہوتی ہے اور وہ اُن کو عقدۂ لاینحل سمجھنے لگتے ہیں۔

اُس پر طرّہ یہ ہے کہ ہمارے مبلغین و ارباب مناظرہ جو مذاہب و ملل مختلفہ کے مقابلہ میں تبلیغ حق کا فرض انجام دینے والے ہیں اُنھیں بھی اس وجہ سے کہ یہ مذہب غیر ملکی حیثیت رکھتا ہے اور یہاں اس سے سابقہ نہیں پڑا ہے نہ تو اس مذہب کے عقائد و خیالات ہی سے کافی واقفیت ہے اور نہ وہ اُسکے مقابلہ ہی کے لئے پورے طور پر طیار ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن افراد کو جو اتفاقی طور پر اِن عقائد سے متاثر اور شکوک و شبہات میں گرفتار ہو گئے ہوں اپنی تسکین قلب کا کوئی ذریعہ دستیاب نہیں ہوتا۔

اسکے لئے ضرورت تھی کہ اِس مذہب کے متعلق کافی معلومات فراہم کر دیے جائیں تاکہ عام افراد کو اجنبیت باقی نہ رہے اور وہ ان مسائل سے بالکل بے خبری کے عالم میں نہ رہیں۔

مجھ کو بعض تحقیق پسند اشخاص نے جو بہائیت کا مطالعہ غائر نظر سے کرتے رہے ہیں بلکہ اُن کے عقائد کی چھان بین میں اپنی عمر کا کافی حصہ صرف کر چکے ہیں اس ضرورت کا بہت سختی کے ساتھ احساس کرایا اور اسی لئے اس وقت اس کتاب کی داغ بیل ڈالی گئی ہے۔

مجھے اپنے معلومات کی تنگ دامنی اور قلم کی کوتاہی کا اعتراف ہے مگر خداوند عالم کے فضل و تائید پر بھروسا رکھتا ہوں و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

بابی بہائی مذہب کا سنگ بنیاد

آغاز اس مذہب کی تاریخ کا علی محمد باب کے ساتھ ہے جسکی بنا پر اس مذہب کے منتسبین کو بابی کہا جانے لگا اور چونکہ باب کے بعد جیسا کہ آئندہ کے بیانات سے انکشاف ہوگا اس جماعت کے دو فرقہ ہو گئے۔ جن میں سے ایک مرزا یحییٰ صبح ازل کے تابع ہوکر "ازلی" کھلائے اسلئے دوسرے جو مرزا حسین علی بہا کے تابع ہوئے اُنھوں نے اپنے لئے "بہائی" کی لفظ کو اختیار کیا اور اس بنا پر بہائیت بابی مذہب کی ایک شاخ قرار پاتی ہے اور اُس کا سنگ بنیاد حقیقۃً وہی ہے جو بابی مذہب کا نقطۂ آغاز سمجھا جا سکتا ہے۔

علی محمد باب کے مختصر حالات

سیّد علی محمد جو بعد میں باب کے نام سے مشہور ہوئے یکم محرم ۱۲۳۵ھ کو ایران کے مشہور دارالادب "شیراز" میں پیدا ہوئے۔ انکے والد کا نام سید رضا تھا اور بزاز پیشہ والدہ کا نام خدیجہ تھا جن کے دو بھائی ایک حاجی سید علی اور دوسرے حاجی سید محمد دونوں تجارت پیشہ تھے۔ اِن کے والد سید رضا بزاز کا کچھ ہی دن میں انتقال ہو گیا اور اِن کی پرورش ان کے ماموں حاجی سید علی نے کی۔ جب یہ سن تمیز کو پہنچے تو حاجی سید علی نے ان کو مکتب بھیجا۔

یہ قابل انکار حقیقت نہیں ہے کہ سات برس کے سن سے انہوں نے ایک بزرگ جن کا نام شیخ عابد تھا اُن کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیا اور ایک حد تک مقدمات صرف و نحو۔ فارسی و عربی۔ مشق خط و امثال وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ تمام بابی و بہائی متفق ہیں کہ معلم مذکور شیخ عابد کہلاتے تھے لیکن سیّد باب کے الواح میں ایک جگہ آگیا ہے۔

یا محمّد یا معلّمی لا تضربنی فوق حدّ معیّن (یعنی) اے محمّد اے میرے معلم مجھ کو ایک مقدار معیّن سے زیادہ نہ ماریے۔

اس لیے حضرات اہل بہا نے یہ بات قرار دی کہ معلّم مذکور کا اصلی نام شیخ محمّد تھا اور وہ زہد و تقوے اور کثرت عبادت کی وجہ سے عابد کہلاتے تھے۔

چنانچہ کتاب "دورِ بہائی" میں جو ادارہ کوکب ہند دہلی سے شایع ہوئی ہے صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے کہ

"آپ نے شیخ محمد سے جن کا لقب عابد تھا وہی ابتدائی تعلیم حاصل کی جو اس زمانہ میں بچوں کے لئے معمول تھی" یہ سمجھنے کی بات ہے کہ لوح مذکور اس زمانہ میں صادر ہوئی ہے جب آپ حدِ شباب تک پہونچ چکے تھے۔ اور اپنے دعوے کا اعلان بھی کر چکے تھے۔ اس زمانہ میں شیخ عابد اور اُن کی تعلیم و تربیت کا دور کب کا گذر چکا تھا۔

کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ آپ کے کوئی اور اُستاد شیخ محمد بھی تھے جن سے آپ نے "یا محمد یا معلمی" کہکر خطاب فرمایا ہے اور اُن کی تعلیم و تربیت مخفی طور سے آپ کے ساتھ بہت طویل عرصہ تک رہی ہے۔

پندرہ برس کے سن میں آپ نے اپنے ماموں کی امداد سے اُنھی کے ساتھ کاروبار تجارت شروع کیا۔ اس کے بعد حاجی سید علی بوشہر روانہ ہوئے اور اپنے اس بھانجے کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے۔ وہاں ایک مستقل دوکان لیکر ان کو بٹھا دیا کہ تنہا تجارت کے سلسلہ کو جاری کریں۔

اس زمانہ میں عراق و ایران کے اندر ایک نئے مذہب کے تعلیمات اکثر لوگوں کے مرکز توجہ تھے جس کو شیخی مذہب کہا جاتا ہے۔

یہ شیخ احمد احسائی کی طرف منسوب ہے جو شروع شروع بڑے پایہ کے عالم متبحر ا

سمجھے جاتے تھے لیکن تصوف و عرفان اور فلسفہ و حکمت میں بہت زیادہ انہماک صرف کرنیکے بعد انکے اکثر الفاظ و کلمات میں بوجہ غلو و انکار عقائد حقہ پائی گئی جس پر بہت سے علماء نے اعتراض کیا اور بعض نے اُن الفاظ کو دوسرے معانی پہنائے شیخ احمد احسائی کے بعد اُن کے شاگردان سید کاظم رشتی اور کرمانی نے بہت زور و شور سے اُن کے تعلیمات کو اور زیادہ وسوسہ انگیز صورت پر شایع کرنا شروع کیا اور اپنے آوازہ و شہرت کے بازار کو گرم کیا۔ عقائد مذہبی کے قدیمی اصطلاحات کو فرسودہ خیال کر کے انہوں نے نئے نئے اصطلاحات بھی قرار دیئے۔

عرفائے صوفیہ کی اصطلاح میں جس طرح ہر زمانہ میں ایک قطب اور مرشد کامل ہوتا ہے اُسی طرح انھوں نے نبوت، رسالت، امامت کے بعد رکن رابع کا درجہ قرار دیا جسکی معرفت حاصل کرنا ہر شخص کا فریضہ ایمانی ہے۔

قاعدہ ہے کل جدید لذیذ ہر نئی بات جو پہلے پہل گوشزد ہو وہ بہت زیادہ دلچسپیوں کا مرکز ہوتی ہے۔ سید کاظم رشتی کے تعلیمات جو شیخ احمد احسائی کی طرف منسوب تھے اُن کا چرچا قریب و دور ہر جگہ پھیل گیا تھا۔ وہی تذکرے تھے جو سید علی محمد کے بھی گوشزد ہوئے اور اُنھیں ان تعلیمات سے کافی شغف پیدا ہو گیا۔

آیات و روایات کی دور از کار تاویلیں جو فرقۂ شیخیہ کی طرۂ امتیاز ہیں وہ سادہ اور معمولی دماغوں پر اثر ڈالنے والی ضرور ہیں اور تصوف و عرفان کے خوش آئند

نغمے جو بلند ہوتے ہیں وہ کمزور دلوں کو مسحور ضرور کرتے ہیں۔

سید علی محمد کے تحصیلات علمی مکمل صورت سے انجام کو نہ پہونچے تھے اسلئے اُن معانی وتاویلات کا اُن کے دماغ پر اثر پڑ جانا کسی طرح قابل تعجب نہیں ہے۔

اسی زمانہ میں آپکو کچھ عملیات کا بھی شوق پیدا ہوگیا اور اسی بنا پر کہ ارواح وکواکب کی تسخیر کے خیال سے اکثر کوٹھے کے اوپر آفتاب کے مقابل سخت دھوپ میں صبح سے شام تک کھڑے رہتے تھے اور اوراد واذکار میں مشغول رہتے تھے۔ شاید یہی وہ ہے جس کو مصنف "دور بہائی" نے صہ ۱۹ پر ان الفاظ میں لکھا ہے کہ "آپ صرف لفظوں کی اطاعت نہ کرتے تھے بلکہ حضرت رسولؐ کی تعلیمات کی روح میں رہتے تھے"۔

بوشہر میں ایک عرصہ تک قیام کے بعد بیس برس کے سن میں آپ پھر شیراز آگئے اور یہاں خدیجہ بیگم ایک سیدہ علویہ کے ساتھ آپ کا عقد ہوا اور اُسی سال لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے سید احمد رکھا لیکن وہ زندہ نہیں رہا اور بہت صغر سنی میں فوت ہوگیا۔

بوشہر کی سخت گرمی اور دن دن بھر حرارت آفتاب میں کھڑے رہنے سے آپ کی صحت پر بہت اثر پڑ چکا تھا اور اب اس صدمہ نے آپ کے دل و دماغ پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ لوگوں کے مشورہ سے آپکے ماموں حاجی سید علی نے آپ کو عراق بھیج دیا۔ کہ اس سفر سے ایک طرف آب و ہوا میں تغیر ہو جائیگا

اور دوسری طرف مشاہد مشرفہ کی برکت شاید آپ کیلئے یکجہت ثابت ہو۔
کربلائے معلےٰ پہونچکر یہی فریفتگی کی بنا پر جو آپ کو فرقہ شیخیہ کے عقائد و خیالات کے ساتھ تھی آپ سید کاظم رشتی کی مجلس درس میں حاضر ہوئے عام مسلمانوں کا بیان ہے کہ آپ عرصہ تک سید کاظم رشتی سے تحصیل علم اور اُن کے درس سے استفادہ کرتے رہے لیکن بہائی حضرات کی یہ روایت ہے کہ آپ پہلے ہی دن جو سید رشتی کے درس میں پہونچے تو باوجودیکہ آپکی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی اور ایک معمولی تاجر کے بیٹے تھے لیکن سید کاظم رشتی نے آپ کی یہ عزت کی یا اُنپر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ اُنھوں نے درس موقوف کردیا۔

بہرحال اتنا تو یقینی ہے کہ آپ سید کاظم رشتی کے درس میں تشریف لے گئے اگر سید کاظم رشتی پر آپ کی جلالت قدر و رفعت مرتبہ کا ایسا ہی اثر پڑا تھا تو اُنھیں آپکے پاس آنا چاہئے تھا اور آپ کی شاگردی اختیار کرتے۔
کربلائے معلےٰ میں آنے کے بعد بھی آپ کا ذوق عملیات ختم نہیں ہوا اور آپنے چلے کھینچنے شروع کئے چنانچہ دو تین چلے آپنے مسلسل مسجد کوفہ میں کھینچے علمائے اخلاق کا خیال ہے کہ اکثر کثرت ریاضت و عبادت کے سبب سے جو صحیح علم اور کامل معرفت کے ساتھ نہو۔ انسان کے دل و دماغ پر مختلف خیالات کا غلبہ ہوجاتا ہے اور وہ بہت سے غلط وساوس و اوہام کا آماجگاہ بنجاتا ہے

سیّد علی محمد پھر کربلائے معلے میں آکر سیّد کاظم رشتی کے درس میں آئے اور اُنکے تلامذہ کے ساتھ بھی رسم و راہ کافی پیدا ہوئی اور آراء و معتقدات میں تبادلہ خیالات ہوا ادھر آقا سیّد کاظم رشتی کا انتقال ہوگیا۔ رکن رابع کہ جس کی معرفت ہر شخص کے لئے ضروری ہے اُسکی تعیین و تشخیص میں اختلاف ہوا اور قرعۂ فال مختلف اشخاص کے نام نکلنے لگا۔ صاف و سادہ لوح افراد جنہیں عام طور سے "مقدس" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ اکثر علم و کمال کے جوہر سے عاری لیکن ظاہری ورع و تقویٰ اور رسوم شرعیہ کے بڑے پابند ہوتے ہیں۔ اُنھی کو مذہبی پردہ میں دھوکا دینا بہت آسان ہوتا ہے۔

سیّد علی محمد کی جانب سے کربلائے معلے ہی میں ایسے خیالات کا اظہار ہونیلگا تھا جس پر سیّد کاظم رشتی کے بڑے شاگرد جیسے مرزا حسن گوہر۔ مرزا محیط کرمانی۔ حاج کریمخان وغیرہ اُن سے خفا ہوگئے تھے اور اُن سے میل جول ترک کردیا تھا۔

اب سیّد علی محمد بوشہر اور وہاں سے اپنے وطن مالوف شیراز گئے۔ شیخی مذہب کے مقدسین کو شب و روز رکن رابع کا ذکر و فکر تھا۔ انمیں سے ملا حسین بشروئی ایک بزرگ کہ وطن اصلی اُنکا خراسان کے ضلع میں بشرویہ ایک قصبہ تھا۔ شروع شروع شیخ احمد احسائی کے شاگرد اور پھر ایک مدت تک سیّد کاظم رشتی کے درس میں حاضر ہوئے تھے مگر طبیعت پر تقدس غالب تھا

اور ریاضت وعبادت کا شوق ترقی پر اور پھر رکن رابع کی تلاش۔ کچھ دن تک مسجد کوفہ میں اعتکاف کیا اور پھر کسی صورت سے انکا شیراز جانا ہو گیا۔ وہاں اتحاد مسلک ومذاق کی بنا پر سید علی محمد سے بڑے گہرے تعلقات پیدا ہو گئے۔ سید علی محمد کو یہ موقع بہت غنیمت معلوم ہوا۔

ملا حسین بشروئی ایسا صاف وسادہ شخص جو امام موعود کے عشق کا دم بھرتا ہوا اور رکن رابع کی تلاش میں سرگردان وگشتہ ہو اس کو تھوڑے سے الفاظ کے طلسم سے مسحور کر لینا کچھ مشکل نہ تھا۔

شروع شروع اجمال کے پردہ میں "رحمت آلہی کی فراوانی فضل ربانی کی وسعت وہمہ گیری۔ اور وعدہ آلہی کی سچائی زمانۂ ظہور کا قرب۔ اور اسکے ساتھ یہ کہ میں نے برسوں کی ریاضت میں اس موعود آلہی کا پتہ پایا اور اس منتظر موعود تک رسائی حاصل کی ہے"۔

یہ وہ صورتیں تھیں جن سے طالب کے آتش شوق میں شعلہ افروزی ہو۔ "دیوانہ را ہوئے بس است" ملا حسین بشروئی کو سید علی محمد کے ساتھ ایک خاص مجذوبیت پیدا ہو گئی۔

خود علی محمد باب کے بیان کے مطابق شب جمعہ ۵ جمادی الاولی سنہ ۱۲۶۰ ہجری مطابق ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء سید علی محمد نے ملا حسین بشروئی سے صاف اپنے دعوے کا اظہار کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اُس ظہور موعود تک پہونچنے کیلئے

جو پردہ خفا میں ہے میں "باب" کا درجہ کہتا ہوں یعنے میرے ذریعہ سے انسان وہاں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

بابی لوگ اس شب کو شب مبعث کہتے ہیں اور بہائیوں کا خیال ہے کہ اسی تاریخ حضرت عبد البہاء یعنے مرزا عباس آفندی جانشین بہاء اللہ کی ولادت ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ تاریخ اور زیادہ متبرک و محترم ہوگئی ہے۔ باوجودیکہ ملا حسین بشروئی اس نیرنگ دعوے کو سنتے ہی بقول حضرات اہل بہاء شوق وجذب سے بھر گئے تھے اسلئے غور و فکر اور عقل و تدبر کا سوال ہی باقی نہ رہا تھا لیکن پھر بھی اُنھوں نے عقیدت وارادت کے پہلو کا لحاظ رکھتے ہوئے اس دعوے کیلئے دلیل کا مطالبہ ضرور کیا۔ سید باب نے تفسیر احسن القصص جو پہلے سے اِس مقصد کیلئے طیار موجود تھی نکالکر دی اور کہا الطرق الی اللہ بعدد نفوس الخلائق۔ دلیل مخاطب کے معیار طبع کے مطابق ہونا چاہئے۔ آپ اہل علم ہیں اور اصطلاحات علمیہ سے واقف۔ یہ تفسیر آپ کے لئے برہانِ قاطع اور حجت کافی ہے"۔

وہ دل ودماغ جو پہلے سے شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کے دور از کار تاویلات ومعانی قرآن سے مسخر ہو چکا ہو اُس کو آیات کے ان نئے نئے معانی اور خود ساختہ تاویلات سے عقیدت پیدا ہونا ہی چاہئے تھی اسمیں کیا شبہہ کہ علماء میں سے کسی نے اس طرح کی تفسیر نہ لکھی تھی خصوصاً بشروئی

نے سر تسلیم خم کیا اور سب سے پہلے سید علی محمد باب کے اوپر ایمان لائے اسلئے "باب الباب" کے لقب سے ملقب ہوئے۔

یقیناً اگر بابی مذہب میں کوئی حقیقی صداقت و حقانیت کا جوہر ہوتا تو یہ سب سے پہلی کتاب علی محمد باب کی جو بطور برہان و حجت پیش کی گئی اُسکی انتہائی سر گرمی کیساتھ تبلیغ کی جاتی اور اُس کو علمی دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کیجاتی اس لئے کہ یہی مذہب کا سب سے پہلا سنگ بنیاد ہے لیکن یہ عجیب کرشمہ ہے کہ بہائی حضرات نے سید علی محمد باب کی تمام کتابوں کو وہ خواہ یہ احسن القصص ہو جو سابق الایمان باب الباب ایسی ہستی کے لئے دلیل و برہان کی صورت میں پیش کی گئی تھی یا اسکے بعد کی کتابیں یہاں تک کہ کتاب البیان جو آپنے بڑے بلند بانگ دعوائے اعجاز کے ساتھ پیش فرمائی تھی اُسے ہمیشہ پردۂ خفا میں میں رکھا بلکہ بہاء اللہ اور عبد البہاء نے بڑی کوششوں کے ساتھ علی محمد باب کی کتابوں کو جہاں جہاں دستیاب ہوئیں جمع کر کے انہیں تلف کرایا ہے اور یہ کوشش کی ہے کہ عام افراد کے ہاتھ میں نہ پڑیں۔ آج بھی اگر بہائی کتبخانوں میں جو تبلیغ و اشاعت کی غرض سے قائم ہیں، دیکھا جائے تو سید علی محمد باب کی کتابوں کا سُراغ نہ ملے گا تفسیر احسن القصص بھی اسی صورت سے جبتک بہاء و عبد البہاء زندہ رہے اُنہوں نے اس کتاب کو منظر عام پر نہیں آنے دیا ہاں اب شیخ فرج کردی نے اپنے تجارتی مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے مصر میں

اُس کو طبع کرا دیا ہے جس کے بعد بھی بہائیت کے تبلیغی اداروں میں اسکی نشر واشاعت نہیں کیجاتی۔

کیا اس سے کسی خاص حقیقت کا پتہ نہیں چلتا ہے بے شک صبر وسکون اور دماغی یکسوئی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سید علی محمد باب کو تجارت کے سلسلہ میں مختلف اشخاص کے معیار دل ودماغ کا کافی اندازہ ہو چکا تھا۔ اور مقتضائے طبع سے واقفیت تھی اور پھر خاک شیراز کے اندر جو ایران کا دار الادب ہے جہاں کا بچہ بچہ شاعر وانشا پرداز ہوتا ہے پیدا ہونے کے باعث آپ کی بات چیت میں ایک شگفتگی وشیرینی بھی پائی جاتی تھی۔

ملا حسین بشروئی کو ہدایت ہوئی کہ وہ دوسروں کو بھی مخفی طور سے اس تحریک کی طرف دعوت دیں لیکن اس صورت سے کہ ابھی نام اس ظہور کنندہ کا نہ بتائیں اور بس "باب" کی لفظ کی ساتھ زمین ہموار کریں۔ چنانچہ ملا حسین نے اپنے ایسے دوسرے مقدسین کو جو "رکن رابع" کی فکر میں حیران وسرگردان تھے یہ کہکر بشارت دینا شروع کی کہ لو مبارک ہو۔ میں نے باب علوم اولین وآخرین کا پتہ لگا لیا۔ چندھی روز میں یہ بات تمام شیخی جماعت کے گوش زد ہوگئی اور عام زبانوں پر اس کا تذکرہ ہونے لگا۔ جب کسی نے پوچھا کہ یہ باب کون ہے اور یہ دروازہ جو غیب کی طرف سے کھولا گیا ہے کہاں ہے تو جواب یہ ملا کہ ابھی نام کے اظہار کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ خود اعلان فرمائیں اس وقت خود بتلا دیں گے۔"

میں سمجھتا ہوں کہ سادہ طبایع کے لئے یہ طریقہ جتنا موثر ہو سکتا ہے اُتنا یہ نہیں کہ پہلے سے اسم ورسم کے ساتھ شخص کی تعیین کر دیجائے۔ رفتہ رفتہ تفسیر احسن القصص اور اُسکے طرفہ و عجیب تاویلات و عبارات اِن لوگوں کے گوشزد کئے گئے اور اُنہیں اُن کے دیرینہ خیالات و توقعات کی نقد کامیابی کا تقین دلا کر اُن کو دل باختہ بنانے کی کوشش کی گئی۔

ملا محمد علی بار فروشی شیخی مسلک۔ اتفاق سے اسی سال حج کے ارادہ سے روانہ ہوے جب شیراز پہونچے تو اِس بنا پر کہ وہ شیخی تھے اور ملا حسین بشروئی بھی شیخی جماعت کے ایک رکن لہذا ملا حسین کی ملاقات کیلئے شیراز میں ٹھر گئے اور اُن سے ملنے کو گئے۔ اثنائے گفتگو میں "رکن رابع" کا تذکرہ آیا اور یہ کہ افسوس ابتک رکن رابع کی شناخت نہ ہو سکی، ملا حسین بشروئی نے فوراً ظہور باب کی بشارت دی اور کہا کہ میں خدمت میں پہونچ چکا اور ایمان لا چکا۔

ہاں !!! ایسا ہے ؟؟ !! حیرانی و بیخودی کے ساتھ خصوصیات و علامات سکے جویا ہوئے اور باب الباب نے مقررہ دستور کے مطابق کچھ بشارات و اشارات کی تلقین کی اور آتش طلب و جستجو اس طرح سے مشتعل کی کہ بار فروشی بالکل اُس جمال جہاں آرا کے مشاہدہ کے لئے بیتاب و بیقرار ہو گئے۔

لیکن بشروئی نے کہا کہ ابھی نام کے اظہار کی اجازت نہیں۔ میں خود جب موقع ہوگا آپ کو بھی اُن کی قدمبوسی کے لئے لیجلونگا۔

اسی طرح ایک نے دوسرے اور دوسرے نے تیسرے کو۔ رفتہ رفتہ پانچ مہینہ کے اندر اٹھارہ آدمیوں نے حضرت باب پر ایمان اختیار کیا جو موقع بموقع آپ کی خدمت میں بھی باریاب کئے جاتے رہے۔ اور آپنے اُن کے عدد کیلئے "حی" کی لفظ کو مناسب خیال کر کے اُن کو "حروف حی" کے لفظ سے نامزد کیا اور یہ اٹھارہ اور خود ایک آپ یہ اُنیس آدمی ہوئی اس لئے انیس کا عدد بابی مذہب میں بڑا متبرک قرار پا گیا اور سال کے انیس مہینہ، مہینہ کے اُنیس دن اور نوروز کے قبل انیس دن کے روزے بھی اسی لئے واجب ہیں اور دیگر ارکانِ مذہبی میں بھی اکثر انیس کے عدد کا لحاظ ہے مصنف دور بہائی (مطبوعۂ دہلی) کی بیخبری دیکھنے کے قابل ہے کہ وہ لکھتے ہیں صد ۱۹

"حضرت باب کے پہلے اٹھارہ شاگرد اور خود اُنیسویں آپ حروف حی کے نام سے مشہور ہوئے"۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف حیِ کے اعداد اُنیس ہیں لیکن حقیقت حال اِس کے خلاف ہے۔

یہ اٹھارہ آدمی سوائے قرۃ العین کے جو بے دیکھے اُن وجوہ کی بنا پر جن کا بعد کو انکشاف ہوگا۔ علی محمد باب کے دعوے کی گرویدہ ہو گئی تھیں سب ازیں مجتمع ہو گئے تھے اور اِن میں جہاں تک دیکھا جائے سب شیخی و اخباری جماعت کے لوگ سبھے جو سید کاظم رشتی کے تعلیمات کی بنا پر مذہب شیعہ کی محکم بنیادوں سے ہاتھ اُٹھا کر ایسی تنزل سطح پر آ چکے تھے کہ ذرا سے جھونکے

میں ہولناک قعرِ عمیق میں جا پڑیں۔

یہ واقعہ ہے کہ اصولی گروہ میں سے جو نسبتہً تحقیق پسند اور بالغ نظر ہوتے ہیں ایک شخص نے بھی علی محمد باب کے دعوے کی طرف اعتنا نہیں کی۔ نہ انکو رکن رابع کی تلاش تھی اور نہ اُن کے مستند احادیث کی بنا پر جو علامات ظہور آخرالزمان کے ثابت ہیں اُن کا نام ونشان تھا اسلئے اُنہوں نے اِس دعوے کو کوئی وقعت نہ دی۔

حضرت بہا نے بھی اپنے مذاق کے موافق الفاظ کیسا تھ اِس حقیقت کا اعتراف کیا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب "لوح ابن ذئب" میں جس کا اردو ترجمہ ادارہ کوکب ہند دہلی سے شائع ہوا ہے لکھتے ہیں۔

"گروہ شیعہ پر غور کرکہ انہوں نے ظنون واوہام کے ہاتھوں کس قدر عمارتیں اور کتنے شہر بنا ڈالے بالآخر وہ اوہام گولی کی شکل میں تبدیل ہوئے اور سید عالم پر جا پڑے اور اس جماعت کے سرداروں میں سے ایک بھی یوم ظہور میں ایمان نہ لایا ——— شیخ احسائی کی جماعت والے خدائی مدد سے اُن حقائق کے عارف ہوگئے کہ ان کے علاوہ اور لوگ ان سے محروم و محجوب نظر آرہے ہیں۔" (صد ۲ؔ)

بابی جماعت کی روایت یہ ہے کہ اسکے بعد حضرت علی محمد باب نے اپنے رفقاء کو ایران کے مختلف اطراف میں تبلیغ کیلئے روانہ کیا اور خود

اپنے ماموں حاجی سید علی اور اپنے دوست ملا محمد علی قدوس کی ہمراہی میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ میں مناسک حج سے فراغت کرکے آپ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے سامنے جو اطراف عالم سے حج کے لئے آئے ہوئے تھے اپنی قائمیت کا بلند بانگ اعلان کیا کہ

ایھا الناس انا القائم الذی کنتم بہ تنتظرون

اسلامی مورخین اس بیان کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ درایت کی رو سے وہ پوری طرح صحیح معلوم بھی نہیں ہوتا۔

مصنف "فلسفہ نیکو" جو ایک وقت میں مستند بہائی مبلغ تھے اور پھر اس مذہب سے کنارہ کش ہوئے اپنی اسی کتاب کے حصہ سوم میں لکھتے ہیں۔

بنظر نگارندہ آنست کہ باب برفرض اینکہ بمکہ رفتہ باشد چنیں اظہاری نفرمودہ واگرہم چنیں اظہاری نمودہ لغو و بے ثمر ماندہ چہ کہ ہر کہ بمکہ رفتہ میداند در مسجد الحرام جماعت حجاج ہر یک مشغول یک عملی است جمعی طواف میکنند و برخی نماز میخوانند و دستہ سعی صفا و مروہ می نمایند و بیوں این ازدحام جمعیت رابنگری دہ نفر کہ پہلوے یکدیگر ایستادہ اند یکے ہندی است و دیگرے مصری۔ این ترک است وآں دیلم۔ این بخارائی است وآن افغانی۔ این جاوہ ایست آں یونانی پس این لفظ عربی را کہ تصدیق کنیم گفتہ باشد از دہ نفر یک نفر میفہمد آن یک نفر ہم اتفاقاً سنی است

نمی داند قائم یعنی چہ" خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ جو لوگ مکۂ معظمہ گئے ہیں وہ واقف ہیں کہ مسجد الحرام میں حجاج ایک عجیب ہنگامہ کے عالم میں ہوتے ہیں، ہر ایک ایک کام میں مشغول، کچھ لوگ طواف کر رہے ہیں اور کچھ نماز میں مصروف، کچھ کہیں ہیں اور کچھ کہیں۔ پھر اس کے ساتھ اُن کی نوعیتیں مختلف، دس آدمی جو ایک مقام پر کھڑے ہوں اُن میں کوئی تو ہندوستانی ہے کوئی مصری، کوئی ترک ہے کوئی دیلمی۔ کوئی بخارائی ہے کوئی افغانی کوئی جاوہ کا رہنے والا کوئی یونانی۔ اس طرح کے مجمع میں اگر فرض بھی کیا جائے کہ مرزا علی محمد باب نے ایک دفعہ کہیں پر کھڑے ہو کر کہہ بھی دیا کہ ایھّا الناس انا القائم الّذی تنتظرون بہ تو اسکو ہزار میں سے ایک نے سنا اور دس میں سے ایک نے سمجھا اور وہ بھی اگر سنی ہے جسے قائم وغیرہ کی اصطلاحات سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے تو اُسکی بھی سمجھ میں نہ آیا کہ اسکا مطلب کیا ہے؟"

ہمارا خیال یہ ہے کہ مصنف فلسفہ نیکو کا یہ خیال انتہائی سنجیدہ۔ اور صحیح ہے اس لئے کہ بہائی مورخین میں سے کوئی بھی اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ حضرت باب اُس موقع پر اپنے ساتھ متعدد زبانوں کے ترجمان رکھتے تھے یا آپکے ساتھ آلہ" اسماع صوت" تھا کہ جو آواز آپ کی تمام مجمع کو سنا دے۔ نہ آپکے اُس وقت کا معجزہ ہی یہ پیش کیا جاتا ہے کہ آپ

کی آواز اُسوقت ہر ایک کے کان میں اُسی کی زبان میں پہونچی تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ہماری اِس تحریر کے دیکھنے کے بعد یہ کمی پوری ہو جائے اور اس قسم کا معجزہ تصنیف کر لیا جائے لیکن بہر حال موجودہ حالت میں تو کم سے کم یہ بڑی فروگذاشت باقی ہے اور اس لئے اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہیں دیجا سکتی۔

یہ بھی غور کرنے کے قابل بات ہے کہ حج کے موقع پر تمام دنیا کے مسلمان موجود ہوتے ہیں، اگر اُس وقت کسی غیر معمولی صورت پر آپنے اپنے غیر معمولی دعوائے قائمیت کا اعلان فرمایا ہوتا تو کیا تمام اطراف دنیا کے مسلمانوں میں تھوڑے سے بھی لوگ ایسے نہوتے جن پر آپ کی دعوت حق کا اثر ہوتا اور وہ آپ پر ایمان لاتے۔

اگر پورے طور سے آپ کی تصدیق نہ کیجاتی تب بھی کم سے کم آپ کے اِس اعلان سے ایک غلغلہ ضرور پیدا ہو جاتا اور انتہائی حیرت و استعجاب ہوتا جو تمام دنیا کے لوگوں پر چھا جاتا اور جب وہ اپنے اپنے ملک میں واپس جاتے تو بوقت واحد تمام دنیا کے اندر اس ندائے بابیت و قائمیت کا آوازہ ہو جاتا اور مختلف ممالک کے حجاج اس کو اپنی یادداشتوں میں قلمبند کرتے۔ تاریخوں میں درج کرتے اور تمام اطراف دنیا میں اس پر بحث و نظر کا سلسلہ قائم ہو جاتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکے بعد جو کچھ بھی غلغلہ برپا ہوا وہ صرف ایران کے اندر اور اُسی ملک میں لیکن دوسرے ممالک اسلامیہ،

وہ ایک طویل عرصہ تک ان واقعات سے آشنا بھی نہ تھے اور بالکل بیخبر تھے
کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اس اعلان کی کسی غیر معمولی حیثیت سے
کوئی اصلیت نہیں ہے۔ ہاں اتنا ممکن ہے کہ میرزا علی محمد باب حج کو گئے
ہوں اور وہاں اُنہوں نے اپنے رفیق ملا محمد علی قدوس کے ذریعہ سے اپنے
دعوائے مہدویت کی صرف ایرانی حجاج تک جن جن سے اُنکی ملاقات ہوئی
ہو تبلیغ کرادی ہو اور اسطرح ایران کے اندر اس دعوت کا کافی سرعت کیساتھ انتشار
واشتہار ہو گیا ہو۔

ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر بہائی حضرات کو اس امر کے اظہار میں کیا
اصرار ہے کہ حضرت باب مکہ معظمہ پہونچے اور وہاں تمام ممالک عالم کے
سامنے اپنے دعوے کا اظہار کیا لیکن غور کرنے سے اس رمز کا انکشاف ہوا
بات یہ ہے کہ میرزا علی محمد باب کے دعاوی اگرچہ نیرنگ زمانہ کے مطابق
مختلف رنگ بدلتے رہے ہیں لیکن زیادہ تر جس دعوے کا آپ کے متعلق حضرات
اہل بہا کی طرف سے اظہار کیا جاتا ہے وہ مہدی آخر الزمان ہونے کا
دعویٰ ہے اور اسی نام کے ساتھ وہ آپ کو شیعی دنیا سے روشناس کراتے
ہیں۔

حضرت امام مہدیؑ کے متعلق شیعی روایات کی بنا پر یہ امر مسلمات سے
ہے کہ حضرت کے ظہور کا سب سے پہلا اعلان مکہ معظمہ میں ہوگا۔ اس لئے

حضرت باب کے پہلے اعلان مہدویت کیلئے بھی مکہ معظمہ کی سرزمین کا انتخاب کیا گیا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ جب کتب شیعہ کے مستند روایات کے اوپر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بابی حضرات کی یہ کاہش و کاوش نقش بر آب ثابت ہوئی ہے اسلئے کہ کتب شیعہ کے احادیث میں امام مہدیؑ کے اعلان ظہور کی نوعیت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ آپ مکہ میں ایک مرتبہ آواز اپنی مہدویت کی بلند کرکے چپ چاپ گھر چلے جائینگے۔

بلکہ آپکے اعلان کیساتھ ساتھ پاک عقیدہ مومنین کی صدائے لبیک بلند ہوگی اور وہیں رکن و مقام کے درمیان آپسے بیعت کیجائیگی جس میں کم از کم تین سو تیرہ آدمی بعدد مجاہدین بدر شرکت کرینگے۔ اور پھر بعض روایات کے مطابق آپ کا مرکز اقامت مستقل طور سے مکہ معظمہ رہیگا یہاں تک کہ آپکے انصار کی تعداد دس ہزار تک پہونچے اسوقت آپ مدینہ منورہ تشریف لیجائینگے۔

ملاحظہ ہوں ذیل کے احادیث

(۱) محمد بن مسلم کی روایت امام محمد باقرؑ سے

فاذا خرج اسند ظهره الى الكعبة واجتمع اليه ثلثمائة وثلثة عشر — جب آپ ظہور کرینگے تو کعبہ کی دیوار سے تکیہ کرکے کھڑے ہوں گے

عشر رجلا واول ما ینطق به — اور ۳۱۳ آدمی آپ کے پاس مجتمع ہوں گے

هذه الآیة بقیة الله خیر لکم — اور سب سے پہلے جو کلمہ آپ کی زبان سے

نکلے گا وہ یہ آیت کہ بقیة اللہ خیر لکم (بحار ج ۱۳ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۵۳)

(۲) حذیفہ یمانی کی روایت

سمعت رسول اللہؐ وذکر المھدی — میں نے جناب سالتمآبؐ کو فرماتے

فقال انه یبایع بین الرکن و — سنا امام مہدی کے تذکرہ میں کہ

المقام (صفحہ ۱۰۶) — اُن سے بیعت کیجائیگی رکن و مقام

کے درمیان۔

(۳) ابو بصیر کی روایت امام محمد باقرؑ سے

لکانی انظر الیه بین الرکن و — میری نظر میں پھر رہا ہے وہ وقت

المقام یبایع الناس (صفحہ ۱۷۷) — کہ جب آپ رکن و مقام کے درمیان

میں لوگوں سے بیعت لے رہے ہوں گے۔

(۴) طارق بن شہاب کی سند سے حذیفہ کی روایت جناب سالتمآبؐ سے

تخرج النجباء من مصر والا — مصر کے منتخب لوگ اور شام کے

بدال من الشام وعصائب — مخصوص افراد اور عراق کی خاص

العراق رهبان باللیل لیوث — جماعتیں حضرت کی نصرت کیلئے

بالنهار کان قلوبهم زبر الحدید — باہر آئیں گے۔ ایسے لوگ کہ ان

فیبایعونه بین الرکن والمقام (ص۱۷۹)

عبادت کرنیوالی اور دن کو شیران بیشہ ہیجا ہل لوگ ہیں کہ یعنی کر کھڑے وہ حضرت سے رکن و مقام کے درمیان میں بیعت کرینگے۔

(۵) ابن محبوب کی روایت امام محمد باقرؑ سے

یجمع الله له اصحابه ثلثمائة وثلثة عشر رجلا فیجمعهم الله علی غیر میعاد قزع کقزع الخریف ثم تلا هذه الآیة اینما تکونوا یات بکم الله جمیعا فیبایعونه بین الرکن والمقام (ص۱۸۱)

خداوند عالم آپ کے اصحاب کو یکجا مجتمع کریگا۔ تین سو تیرہ آدمی ہونگے جو بغیر کسی قرارداد کے صرف خدا کی قدرت سے یکجا مجتمع ہو گئے ہونگے۔ پھر حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ تم جہاں بھی ہو خدا تم سب کو یکجا لاسکتا ہے۔ یہ لوگ حضرت کی رکن و مقام کے درمیان میں بیعت کریں گے۔

(۶) جابر جعفی کی روایت امام محمد باقرؑ سے

یبایع القائم بین الرکن والمقام ثلثمائة ونیف عدة اهل بدر فیهم النجباء من اهل مصر والابدال من اهل الشام والاخیار من اهل العراق (ص۱۸۶)

حضرت کی بیعت کریں گے رکن و مقام کے درمیان کچھ اوپر تین سو لوگ جتنی کہ اہل بدر کی تعداد تھی۔ انمیں منتخب لوگ ہوں گے اہل مصر میں سے اور مخصوص افراد اہل شام میں سے اور نیکوکار آدمی اہل عراق میں سے

(۷) مفضل بن عمر کی روایت امام جعفر صادقؑ سے۔

وقد وافاه ثلثمائة وبضعة عشر رجلا فیبایعونه ویقیم بمکة حتی یتم اصحابه

کچھ اوپر تین سو دس آدمی آپکے پاس پہونچ گئے ہونگے یہ لوگ آپکی بیعت کرینگے اور آپ مکہ میں قیام

عنوة الاف انفس ثم يسير منها الى المدينة (ص۲۱)

فرمائینگے یہاں تک کہ آپکے اصحاب دس ہز تعداد تک پہنچیں اسوقت آپ وہاں سے مدینہ

کیجانب بڑھینگے۔

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مکہ معظمہ میں اپنے ظہور کا اعلان فرما کر وہیں لوگوں بیعت لینگے اور آپکے لئے وہیں نصرت کرنے والے افراد مجتمع ہو گئے۔

لیکن مرزا علی محمد باب کیطرف سے جس اعلان کا اظہار کیا جاتا ہے وہ بغرض وقوع ان علامتوں سے بالکل حضرات اہل بہار کی کوئی تاریخ بھی اس بات کے بتانے پر طیار نہیں کہ وہاں آپکے دعوی کو سنکر کسی گروہ نے بھی اظہار ایمان عقیدت کیا ہو یا وہاں آپکیلئے کوئی جماعت طیار ہو بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آپکے مکہ معظمہ سے مراجعت کے بعد تک ساتھیوں کی تعداد بحروف کلمہ "حی" مطابق ۱۸ عدد وہی اور بس

بیشک اس دوران میں کہ جب آپ بقول بہائی حضرات کہ مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے تو آپکے اصحاب جو اطراف ملک میں مختلف مقامات کیجانب سیار ہو چکے تھے آپکی ہدایت کیخلاف بطور ہی آپکے دعوی کی تبلیغ شیعی حضرات کو کیجانے انھوں نے اپنی ذاتی جوش کیوجہ سے مقامات پر آپ کی مہدویت و قائمیت کا اعلان ملا عام میں کیا اور کافی ہنگامہ برپا کر دیا جسکا نتیجہ آپکیلئے بری صورت میں رونما ہوا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایران تمام تر شیعی مذہب کا اور حکومت وہاں سبھی شیعی مذہب رکھتے ہیں اور قاچاری دور حکومت میں اقتدار علما بھی اصلی حالت میں تھا۔ ہاں یک ایسی غلط بنیاد تحریک مذہب تشیع کے بالکل خلاف

سکون کیساتھ آگے نہ بڑھ سکتی تھی۔ اِس کا نتیجہ تھا کہ عوام میں اُس تحریک سے بےچینی پیدا ہوئی اور اُس کو مبلغین باب کے طرز عمل نے تقویت پہونچائی اور اِس کا نتیجہ ملک کے امن وامان کے لئے مضر ثابت ہُوا۔

حضرت باب کے اصحاب حروف حی (۱۸) میں سے دو شخص ملا محمد صادق مقدس خراسانی اور ملا علی اکبر اردستانی تھے جو آپ کی شیراز سے روانگی کے بعد ایران کے دوسرے شہروں کی طرف گئے ہوئے تھے کہ آپ کے ظہور کا مژدہ شیخی احباب کے گوشزد کریں۔ جب آپ کی مکہ معظمہ سے بوشہر کی طرف مراجعت کی اُنہیں اطلاع ہوئی تو وہ آپ کی زیارت اور دوبارہ ملاقات کے ارادہ سے شیراز گئے اور چونکہ دونوں آدمی بالکل صاف سادہ عام افراد کے غلط عقیدہ کے مطابق مقدس تھے اسلئے مصالح وقتی کو بالکل نظر انداز کرکے شیراز میں اُنہوں نے ندائے عام ظہور حضرت باب کی بلند کردی جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ شیراز میں ہنگامہ برپا ہوگیا اور دوسری شعبان ۱۲۶۱ھ کو حکومت شیراز نے دونوں آدمیوں کو پکڑوا کے تھوڑی سی تعزیر کے بعد شیراز سے نکلوا دیا جس کے بعد فتنہ فرو ہُوا اور شیراز کی فضا میں سکون پیدا ہوا۔

لیکن مرزا علی محمد باب خود بوشہر پہونچ چکے تھے اور وہ اور اُن کے ساتھی ملا محمد علی بارفروشی اپنے طریقہ سے اپنے خیالات کی اشاعت میں مصروف تھے۔ شیراز میں اس شورش کے پیدا ہو جانیکا یہ نتیجہ ہوا کہ بوشہر میں جو علی محمد

باب کا مرکز تھا آپ کے متعلق لوگوں میں اضطراب پیدا ہوا اور جب آپ کے
کا عام لوگوں میں اظہار ہوا تو وہاں بھی ایک شورش کی سی صورت نمودار
ہوئی جس کی وجہ سے شیراز کے حاکم مرزا حسین خاں نظام الدولہ تبریزی
مراغی جو قاآنی کے ممدوح ہیں (دیکھو قصائد قاآنی) اس فتنہ کے فرو کرنے کے
لئے اس پر مجبور ہوئے کہ میرزا علی محمد باب کو شیراز بلوا کر حقیقت حال کا
کریں چنانچہ سپاہیوں کو بھیج کر آپ کو بوشہر سے شیراز آنے کی زحمت دی گئی
اور ۱۹ ماہ رمضان سنہ ۱۲۶۱ھ یعنے گزشتہ واقعہ کے ۷۴ دن بعد آپ کو شیراز
میں وارد کیا گیا۔

ایک مذہب کی صداقت کے لئے یہ بہت بڑا جوہر ہے۔ کہ اُس کا بانی
ثبات و استقلال رکھتا ہو۔ بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے بھی کلمہ حق
کا اظہار کرے۔ اعلان حقانیت میں ظاہری شان و شوکت، صولت و سطوت
سے مرعوب نہ ہو جیسے حضرت موسیٰ اور فرعون کا دربار حضرت عیسیٰ اور
کی مجلس شاہانہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفار قریش کا مجمع
اسی بنا پر ملا ابو الفضل گلپایگانی جو بہائی مذہب کے لئے معلم اول کا درجہ
رکھتے ہیں اور روح رواں سمجھے جا سکتے ہیں اُنھوں نے اپنی کتاب
فرائد میں جو چار دلیلیں حقانیت نبی کی قرار دی ہیں اُن میں سے ایک
استقلال بھی ہے۔

کسی مذہب کے ماننے والوں کا استقلال اگر صحیح واقعات کی بنا پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اُس مذہب کی حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتا اسلئے کہ ماننے والوں میں ممکن ہے بہت سے لوگ حقیقت حال سے ناواقف اور سچے دل سے غلط فہمی میں مبتلا ہوں۔

لیکن اگر مدعی کسی دعوے کا خود اپنے دعوے میں متزلزل نظر آئے کبھی وہ اُس کا انکار کر دے، کبھی تاویل کرے، کبھی مبہم الفاظ کہکر اُس کو اُلجھائے اور کبھی توبہ کا اعلان کرے تو یہ جان لینا چاہیے کہ اُسکے دعوی میں کوئی صداقت، کوئی حقانیت نہیں ہے اور وہ صرف مناسب موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔

بابی وبہائی مذہب میں سب سے بڑی کمزوری جو پائی جاتی ہے وہ یہ کہ اُس کے بانی ثبات و استقلال نہیں رکھتے اور اُن کے حالات برابر منقلب و متزلزل سے دوچار رہے ہیں۔

علی محمد باب کو سب سے پہلا جو خطرناک موقع پیش آیا ہے وہ یہی کہ اُنکو حاکم شیراز کے سامنے لایا گیا۔ اِس موقع پر اگر وہ اپنے دعوے پر قائم رہتے تو یہ یقیناً اُنکی پہلی کامیابی سمجھی جاتی لیکن یہ واقعہ ہے کہ اُنھوں نے تمام اُن دعاوی سے جو اُن کی طرف منسوب کیے جاتے تھے صاف انکار کیا اور کہا کہ یہ تمام باتیں میری نسبت بالکل غلط ہیں اور میں کسی ایسے امر کا مدعی نہیں ہوں اور کہا

میں طیار ہوں کہ کل ۲۱ ماہ رمضان کو جبکہ شہادت حضرت امیرؑ کی وجہ کر تمام مساجد میں مجلس عزا کا کافی اجتماع ہوتا ہے تو شیراز کی سب سے بڑی مسجد میں منبر پر جاکر ان تمام باتوں کا انکار کردوں اور ان دعاوی سے برات کا اظہار کروں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ نے منبر پر جاکر صاف طور سے اعلان کیا کہ مجھ کو ان دعاوی سے کوئی تعلق نہیں اور میں مثل دیگر اشخاص کے ایک شخص مسلمان شیعہ ہوں اور کچھ نہیں۔

جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حاکم شیراز کیلئے آپ کو سزا دینے کا کوئی معقول سبب معلوم نہ ہوا اور انھوں نے صرف احتیاطی طور پر اتنا کیا کہ آپ کے ماموں حاجی سید علی کی ضمانت پر آپ کو خود آپ ہی کے گھر میں نظر بند کر دیا اور ممانعت کی کہ اس قسم کے لوگ جو مفسدہ پردازی کرتے اور آشوب شہر کا باعث ہوتے ہیں وہ آپ سے ملاقات نہ کریں اور اس طرح ظاہری طور پر لوگوں کی آمد و رفت آپ کی طرف بالکل قطع ہوگئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ جو پودا جڑ پکڑ چکا ہو وہ ان صورتوں سے فنا نہیں ہو سکتا۔

وہ لوگ جو آپ سے دلچسپی رکھتے تھے وہ مخفی طور پر آپ سے ملتے تھے اور آپ بھی مخفی طور پر ان سے ملاقات کرتے تھے جس کے متعلق رفتہ رفتہ پھر وحشتناک خبریں حکومت کے گوش زد ہونے لگیں۔

یہ امر والی شیراز نظام الدولہ کے لیے تشویشناک ثابت ہوا اس لیے کہ وہ

آئین پسندی کے باعث جبکہ ذاتی طور سے اُنپر میرزا علی محمد کے دعاوی کا ثبوت نہوا تھا کوئی سزا دینا جائز نہ سمجھتے تھے اور خود میرزا علی محمد کے متعلق یہ یقین تھا کہ اگر پھر اُن سے محضر سلطانی میں دریافت کیا جائے تو وہ اپنے تمام دعاوی سے انکار کر دیں گے۔

آخر کو صائب الرائے اور تدبیر حاکم نے یہ صورت تجویز کی کہ شب کے وقت جبکہ کسی کو اطلاع نہو سکے ایک مخصوص آدمی بھیجکر علی محمد باب کو اپنی خلوتسرائے خاص میں بلوا بھیجا اور اُن کے آتے ہی انتہائی تعظیم و احترام سے اُنہیں صدر محفل میں جگہ دی اور خود انتہائی عقیدت و ارادت کے اظہار کے ساتھ دست بستہ سامنے حاضر ہوئے اور کمال گریہ وزاری کیساتھ اُن سے اپنی عفو تقصیرات کے خواہشمند ہوئے اور آپ سے دعا و استغفار کی التجا کی۔

علی محمد باب کیلئے یہ طرز عمل تحیر و استعجاب کا باعث ہوا اور اُنہوں نے نہائی حیرت کے ساتھ اس صورت حال کا سبب دریافت کیا۔ والی شیراز نے کمال تصنع اور بناوٹ کے ساتھ یہ اظہار کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور اُس سے مجھے آپ کی صداقت کا یقین ہوا ہے۔ اب آپ غلام کی خدمات کو قبول کیجئے یہ تمام فوج و لشکر جو میرے پاس ہے آپ کی نصرت حمایت میں صرف اور میری جان عزیز آپکے قدموں پر نثار ہوگی۔

یہ سنتا تھا کہ علی محمد باب نے اُٹھکر گلے سے لگالیا اور کہا طوبی لک ثم طوبی لک خوشا بحال تیرا کہ تو ہدایت کے دروازے پر پہونچا اور آب حیات سے سیراب ہُوا۔

حاکم نے آپکے ہاتھ پیروں کا بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اب غریب خانہ پر قیام فرمائیے اور موقع ومحل کے لحاظ سے جب میں عرض کروں آپ اپنے دعوے کا اظہار فرمائیں چنانچہ ایک مخصوص حجرہ میں آپ کو فروکش کیا اور وہاں آپ کے لئے تمام لوازم واسباب راحت کو مہیّا کردیا۔

جب حضرت باب کو بالکل اطمینان ہوگیا اور کوئی خطرہ والی کی طرف سے باقی نہ رہا اور چند روز سکون واطمینان کے ساتھ گذر گئے تو والی نے تمام علماء وفقہاء واعیان شیراز کا ایک جلسہ منعقد کیا اور پہلے سے اُن کو مطلع کردیا کہ آپ حضرات علی محمد باب کے تمام دعاوی کو پوری کشادہ حوصلگی کے ساتھ سننے کے بعد جو حکم خدا ورسولؐ ہو اُسکے مطابق فتویٰ دیجیگا۔

اِس طرف علی محمد باب کے پاس آکر عرض کیا کہ اب طیاری مکمل ہوچکی اور موقع آشکار تبلیغ کا آگیا ہے۔

میں نے تمام علماء واعیان ملّت کو مجتمع کردیا ہے، آپ اپنی حجت تمام کیجئے اور راہ حق کی طرف دعوت دیجئے۔ اگر یہ قبول کریں تو خیر ورنہ آپ کی خدمت کے لئے طیار ہوں جو حکم ہوگا ان کے بارے میں اُس پر عمل

حضرت باب خوش ہو گئے اور سید یحییٰ دارابی کے معیت میں کمال اطمینان کیساتھ اس جلسہ میں وارد ہوئے اور صدر محفل میں متمکن ہو کر ایک مرتبہ تقریر شروع کی۔

"علماے ملت! تم خدا کے عہد اور اُسکے اقرار کو بھول گئے اور شیطان کی پیروی میں مصروف ہو گئے ہو۔ کیا قرآن کے سوا کوئی تمہارے پاس حجت و برہان ہے؟ اچھا تو جو کچھ قرآن میں دیکھ چکے ہو وہ میری کتاب بیان میں دیکھلو اور جو معارف وحقائق اس میں مضمر تھے وہ اسمیں ڈھونڈھ لو۔ اس تازہ کتاب بیان پر عمل کرو، قرآن کو جو پرانا ہو چکا چھوڑ دو۔ میری کتاب بیان نے قرآن کو منسوخ کر دیا اور میرے ظہور نے اسلام کو برطرف۔

دیکھو، ایسا نہو کہ شمشیر غضب تمہاری گردنوں تک پہونچے، اطاعت پر آمادہ ہو جاؤ اور اپنی جان مال اولاد پر رحم کرو۔"

جلسہ کی نوعیت۔ باب کی جرأت اور حکومت کے سکوت سے حضار مجلس آئینہ حیرت بنے ہوئے تھے۔ علی محمد باب نے اپنی تقریر ختم کی اور والی نے انتہائی عجز و نیاز کیساتھ حضرت باب سے خواہش کی کہ آپ یہی الفاظ جو آپ نے اتمام حجت کے طور پر ارشاد فرمائے تحریر کر دیں تو بہتر ہے تاکہ تمام لوگ غور سے اُن کو پڑھ لیں اور سوچ سمجھ لیں۔

علی محمد باب نے بلا توقف قلم اٹھایا اور چند سطریں بطور مناجات عربی زبان میں اپنے

مخصوص انداز تحریر کے ساتھ جس کی اُنہیں عادت تھی لکھکر حضار کے سامنے پیش کیں۔

علماء نے جو اُس عبارت کو دیکھا تو غلطیوں سے پُر پایا۔ اغلاط لفظی کی گرفت ہوئی، حضرت باب نے کہا کہ میں نے کسی معلّم سے درس نہیں لیا ہے اور میرا کلام وحی خداوندی ہے نہ اکتسابی علوم پر مبنی۔ تم معانی پر نظر کرو۔ الفاظ سے کیا مطلب؟

علماء کی آواز بلند ہوئی۔ کسی نے کافر کہا اور واجب القتل۔ کسی نے خرابیٔ دماغ پر محمول کر کے معذور قرار دیا۔

والیٔ فارس جو اب تک علی محمد باب کے ظاہر میں اُنکی تبلیغ کا پیالہ پیئے ہوئے تھے اب آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ارے بیوقوف احمق یہ کیا بیہودگی و حماقت ہے اور یہ کیا اسلام کیساتھ دشمنی و عداوت ہے اپنے بے معنی اور اغلاط سے پُر کلمات کو قرآن کا ہمپایہ سمجھتا ہے۔

اگر خاندانی خصوصیت کا خیال نہ ہوتا تو ابھی قتل کا حکم دیتا لیکن ابھی قتل سے درگذر کرتے ہوئے سزا و تعزیر پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ یہ تیری خام دماغی سے نکل کر اور یہ دعاوی بیجا ذہن سے دور ہوں" یہ کہکے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے یہاں سے لیجاؤ اور شکنجہ میں کھینچکر سزا دو چوب زنی شروع ہو گئی اور حضرت باب کی آواز توبہ و انابت کیساتھ بلند۔ اب ایسی حرکت نہ ہوگی۔ اب میں باز آیا۔ اب ایسا نہ کروں گا۔

والی کے حکم سے شکنجہ میں سے نکالکر ایک گدھے پر سوار کیا گیا اور اسی صورت سے ایک بڑی جمعیت کیساتھ آپ کو مسجد وکیل میں لے گئے جہاں بڑے بڑے اعیان واشراف اور علماء پہلے سے موجود تھے۔ حضرت باب نے وہاں پہونچتے ہی آقا شیخ ابو تراب سے مصافحہ کیا، ہاتھ چومے اور اپنے کردار پر پشیمانی اور توبہ وانابت کا اظہار کیا۔ علماء نے حکم دیا کہ منبر پر جا کر اپنے عقیدہ کی غلطی اور دعاوی کے بطلان کا اعلان کرو چنانچہ علی محمد باب منبر پر تشریف لیگئے اور بہت صفائی کے ساتھ اپنے دعاوی کے بطلان کا اعتراف کیا اور چند مرتبہ استغفار زبان پر جاری کر کے منبر سے نیچے اُترے۔

والی کی طرف سے پھر کچھ زمانہ تک کیلئے علی محمد باب کو اُن کے مکان میں بند کیا گیا اور شیراز کی فضا میں سکون پیدا ہوا۔

اصفہان میں معتمد الدولہ منوچہر خاں روس کے علاقہ گرجستان کا ارمنی نژاد شخص برسر حکومت تھا اور مسلمانوں میں اختلاف وتفریق کو اپنا خوشگوار فرض سمجھتے ہوئے اس قسم کے مواقع کا منتظر۔

علی محمد باب کے مبلغین جب اصفہان پہونچے تو منوچہر کو اُن سے دلچسپی پیدا ہوئی اور اُس نے اُن کو اپنے مقاصد کی تکمیل کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہوئے اُنکی آؤبھگت کی اور اپنی طرف سے یہ تحریک کی کہ علی محمد باب اصفہان آجائیں بلکہ اپنی طرف سے کچھ لوگ روانہ کئے کہ وہ حضرت باب کو شیراز سے لے آئیں

اُدھر شیراز میں ہوا خراب ہوئی اور وبا کی شدت سے یہ حالت ہوئی کہ تمام اہالی شہر تتر بتر اور متفرق ہو گئے یہاں تک کہ خود حاکم فارس مرزا حسین خاں صاحب اختیار اپنے مرکز کو چھوڑ کر دور کے اطراف میں منتقل ہو گئے۔

یہ موقع علی محمد باب کو غنیمت معلوم ہوا اور وہ راتی راتا سید حسین اردستانی وغیرہ اپنے بعض مخصوص اصحاب کو ساتھ لیکر منوچہر خاں کے آدمیوں کی معیت میں شیراز سے نکل گئے اور اصفہان روانہ ہوئے۔

والی فارس کو جو معلوم ہوا کہ باب نے فرار کیا تو اُنھوں نے غصہ سے مشتعل ہو کر حکم دیا کہ جتنے ساتھی باب کے ہیں سب شیراز سے نکالدیئے جائیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ وہ سب بھی اپنے ملجا و ماوی اصفہان کی طرف رہ سپار ہو گئے۔

منوچہر خاں جو علی محمد باب کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے آلہ کار بنانا چاہتا تھا اور انقلاب مذہبی کے سلسلہ میں ایک انقلاب سیاسی کا متوقع تھا اُس کے لئے کھلم کھلا اصفہان ایسے مرکز علم میں جماعت علماء کے خلاف ہو کر کسی اقدام کا کرنا ممکن نہ تھا۔

اسلئے اُس نے یہ تدبیر کی کہ علی محمد باب کے ورود اصفہان کے قبل مختلف علماء کو بلا کر یہ کہنا شروع کیا کہ اصفہان کے علماء میں سے ایک بڑی ہستی نے علی محمد باب کو دعوت دی ہے اور بہت سے لوگ اُن کے مؤید ہیں اور وہ ایک کافی جماعت کیساتھ اپنے معتقدین میں سے آرہے ہیں۔ مجھے یہ امر خطرہ سے خالی

معلوم نہیں ہوتا اور میں اپنے میں طاقت نہیں دیکھتا کہ اُن سے مقابلہ کروں اسلئے آپ کیلئے یہ مناسب ہے کہ حکمت عملی سے کام لیجئے اور علی محمد باب کی جو آپ کے شہر میں بحیثیت مہمان کے وارد ہونیوالے ہیں کامل احترام کیساتھ پذیرائی کیجئے اور اور بحیثیت میزبان کے اُن کے ساتھ سلوک کیجئے۔

جب فضا میں سکون ہوجائیگا تو پھر میں ایک مجلس منعقد کرونگا اس میں آپ اُن کے ساتھ گفتگو کرکے اُن کے عقائد کو دریافت کیجیگا اور پھر اُن کے متعلق جو حکم دیجیگا میں اُس کے اجراء کی کوشش کرونگا۔

حقیقت حال سے بیخبر علماء بھی مرعوب ہوگئے اور امام جمعہ طہران سید محمد نے علی محمد باب کا استقبال کرکے اُن کو اپنی منزل میں بحیثیت مہمان کے جگہ دی اب کیا تھا حکومت کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں پہلے ہی سب سے بڑی کامیابی ہوگئی۔ اب روزانہ طرح طرح کی خبریں مشتہر ہونےلگیں۔ آج سید باب سے یہ کرامت ظاہر ہوئی۔ آج یہ معجزہ واقع ہوا۔

آج امام جمعہ کی خواہش پر حضرت نے سورۂ والعصر کی تفسیر بیان فرمائی اور تمام علماء دنگ ہوگئے۔ آج مجلس علماء میں حضرت باب نے اپنی حقانیت کا ثبوت پیش کیا اور سب نے سر تسلیم خم کیا۔ اِس قسم کی سیکڑوں باتیں جنکا بظاہر عوام کو گوشزد کرنے والا معلوم نہ تھا لیکن وہ درحقیقت حکومت کے لب دہن سے نکلی ہوئی فضا میں منتشر ہوا کرتی تھیں۔

عوام کی خلقت بھیڑیا دھسان - افواہوں کی غلام توہمات کی پابند - خواہ مخواہ کا شور بے کار کا غل - تازہ بات اور ہر ایک کو دلچسپی - اس سے علماء کو اضطراب پیدا ہوا -

اور رفتہ رفتہ حکومت کی چالبازی اور سیاست کا بھی اندازہ ہونا شروع ہوا جسکی وجہ سے اُنہیں حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوا اور کم کم اس کا اثر عوام پر پڑا اور ان کو بھی اشتعال پیدا ہوا -

منوچہر خاں نے دیکھا کہ اُسکی مطلوبہ سیاست اس طرح جو اس کا مقصد تھا انجام پذیر نہوگی یعنے وہ تو چاہتا تھا کہ کسی طرح علماء کی ظاہری حمایت حاصل کر کے اُن غلط شہرتوں کی امداد سے عوام کو علی محمد باب کا گرویدہ بنادے اور تمام اصفہان بوقت واحد علی محمد باب پر ایمان لے آئے لیکن یہ صورت ناممکن معلوم ہوئی - اسلئے سیاست نے پلٹا کھایا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ طہران سے حکم آیا ہے کہ علی محمد باب کو طہران بھیجدیا جائے اور یہ کہانے کے لئے کہ حقیقۃً علی محمد باب کو روانہ کر دیا گیا روز روشن میں چند سپاہیوں کے ساتھ علی محمد باب کو طہران کے راستہ کی طرف روانہ کیا اور شب کے تاریک پردہ میں اُن کو واپس کر کے اپنے مکان میں مخفی کر لیا اور تمام راحت کے سامان اُن کے لئے مہیا کر دیئے - پانچ ماہ کے قریب مسلسل اپنے مقاصد کے اجراء میں مخفی طور سے لائحہ عمل مرتب کیا جاتا رہا اور خفیہ طور سے علی محمد باب کے ساتھیوں کو بھی جو

درحقیقت اِن مقاصد کے حقیقی مبلغ ہو سکتے تھے۔ وہاں بلایا جاتا اور تبادلۂ خیالات کیا جاتا تھا۔

اُدھر مرکزی حکومت (طہران) کو یہ رپورٹ روانہ کی کہ علماء و اعیان شہر اور عام افراد سب علی محمد باب کے گرویدہ ہوگئے ہیں پس اگر انہیں قتل کروں یا قید تو مجھے خوف ہے کہ شورش برپا ہو جائے اِسلئے میں نے علی محمد باب کو مخفی کر لیا ہے اور عام لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ انکی قطع کر دیا۔

یہ وہ صورت عمل تھی کہ اگر پورے طور سے قائم رہتی تو بے شک بڑے عظیم نتائج رونما ہونے کی باعث ہو سکتی تھی لیکن خداوند عالم کو زیادہ عرصہ تک اِس طلسم فریب کا باقی رہنا منظور نہ تھا۔ منوچہر خان کا رشتہ عمر قطع ہو گیا اور گرگین خان جو اُس کا حقیقی بھتیجا تھا برسر حکومت ہوا پیش نظر سابق منصوبوں کی ناکامیابی کا یقین کر کے یا حکومت مرکزی کو اپنے خلوص و حسنِ کارگذاری کا یقین دلانے کے لئے اُسنے حکومت طہران کو اصلی واقعات سے اطلاع دی اور وہاں سے حکم آیا کہ علی محمد باب کو فوج کی حفاظت میں تبریز روانہ کیا جائے۔

تبریز پہونچنے پر حکم ہوا کہ باب کو قلعۂ ماکو میں جو تبریز کے باہر ایک پہاڑ کے بیچ میں واقع ہے قید کیا جائے چنانچہ اواخر ماہ رجب ۱۲۶۳ھ میں علی محمد باب کو وہاں قید کیا گیا۔

عوام کیلئے یہ امر تشویشناک تھا اور اکثر حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا جاتا تھا
کہ آخر علی محمد باب کے عقائد کی تحقیقات کیوں نہیں ہوتی اور بحث و مباحثہ
سے یکسوئی کیوں نہیں کرلیجاتی۔ اسلئے طہران سے فرمان صادر ہوا کہ علی محمد
باب کو تبریز لاکر ایک مجلس مباحثہ منعقد کیجائے اور علماء سے گفتگو کے بعد
کوئی مختتم فیصلہ کیا جائے چنانچہ ناصر الدین شاہ نے جو اُس زمانہ میں ولیعہد
کی حیثیت رکھتے تھے اور تبریز کے حاکم تھے علی محمد باب کو تبریز میں بلوایا
اور ایک مجلس مباحثہ منعقد کی جسمیں طبقہ علماء میں سے حسب ذیل اشخاص
شریک تھے۔

ملا محمد مامقانی رئیس جماعت شیخیہ۔ نظام العلما حاج ملا محمود۔ شیخ
الاسلام میرزا علی اصغر۔ حاج میرزا عبدالکریم ملا باشی۔ میرزا احسن زنوزی
میرزا محسن قاضی۔ میرزا محمد تقی۔ میرزا جعفر۔

اعیان سلطنت میں سے محمد خان زنگنہ۔ امیر نظام۔ میرزا فضل اللہ
علی آبادی۔ نصیر الملک وزیر۔ میرزا جعفر خاں مشیر الدولہ۔ میرزا موسیٰ
نمائندہ وزارت خارجہ۔ میرزا مہدی خاں نمائندہ وزارت مالیہ۔
بیان الملک خفیہ نویس۔

جب جمعیت مکمل ہو چکی تو کاظم خاں فراشباشی کی معیت میں حضرت
باب کو وارد مجلس کیا گیا اور صدر میں جگہ دیگئی۔ نظام العلماء نے انتہائی ملائمت سے

گفتگو شروع کی۔

نظام العلماء۔ کیوں جناب یہ کتابیں اور لوحیں جو آیات قرآنی وصحف آسمانی کے طرز پر اطراف ایران میں منتشر ہیں اور اس وقت میرے پاس موجود ہیں آپ ہی کی تحریر کردہ ہیں یا آپکے معاندین نے آپ کی طرف منسوب کرکے شایع کی ہیں؟

یہ کہکر وہ تحریریں اور کتابیں نکالکر سید باب کے سامنے پیش کیں۔

علی محمد باب۔ ہاں بے شک یہ خدا کا کلام ہے۔

نظام العلماء۔ باتیں صاف کیجئے۔ پہیلیاں نہ بجھائیے۔ اسی قسم کی مبہم باتوں سے ملک میں فساد برپا ہے اور شورشیں ہو رہی ہیں۔ باتیں صاف کیجیے۔ گنجلک نہ رکھئیے۔

علی محمد باب (غصہ میں) کہتا تو ہوں۔ ہاں یہ سب میرے لکھے ہوئے تحریرات ہیں۔

نظام العلماء۔ آپنے اپنے تئیں ان تحریرات میں شجرۂ طور کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ کی زبان سے نکلتا ہے وہ کلام الٰہی ہوتا ہے یعنے آپ کے خیال میں آپ کا کلام اور خدا کا کلام ایک ہی چیز ہے اور جو کچھ آپ کی زبان سے نکلے وہی کلام الٰہی ہے۔

علی محمد باب۔ ہاں بیشک ایسا ہی ہے اور حقیقت یہی ہے۔

نظام۔ یہ باب جو آپ کا لقب ہے خود آپ کا اختیار کیا ہوا ہے یا لوگوں نے آپ کو کہنا شروع کیا ہے؟

باب۔ نہ لوگوں نے کہنا شروع کیا ہے اور نہ میں نے خود اختیار کیا ہے بلکہ یہ لقب خدا کی طرف سے ہے۔ اس لئے کہ میں باب علم ہوں۔

ناصر الدین شاہ۔ سید صاحب! اگر تم نے ثابت کر دیا کہ تم باب علم ہو تو میں طیار ہوں کہ ابھی اس تخت سلطنت سے اتر آؤں اور تم کو مسند پر بٹھا دوں اور جو کچھ تم کہو اسکی اطاعت کروں۔

بابؔ نے سکوت کیا اور کچھ دیر کے لئے تمام مجلس پر خاموشی کا عالم طاری ہو گیا چند منٹ کے بعد۔

نظام العلماء۔ آپ جانتے ہوں گے اور یقیناً اعتقاد رکھتے ہونگے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ نے امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کو انا مدینۃ العلم و علی "بابھا کے الفاظ میں "باب علم" کا لقب دیا تھا تو اُس کا نتیجہ تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے سلونی قبل ان تفقدونی

اب جس وقت میں کہ آپ "باب علم" ہونیکا دعوے کر رہے ہیں تو ہم آپ سے کچھ سوالات کرتے ہیں علم طب کے متعلق ان کا جواب دیجئے۔

باب۔ علم طب سے تو میں واقف نہیں ہوں۔

نظام۔ اچھا میں مذہبی مسائل دریافت کروں گا لیکن یہ ظاہر ہے کہ مسائل

مذہبی کا جاننا عربی کے ابتدائی علوم صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان منطق وغیرہ پر مبنی ہے لہذا فعلاً علم صرف کا ایک مشکل مسئلہ میرے پیش نظر ہے اسکو حل فرما دیجئے۔

باب۔ صرف کا علم میں نے کمسنی میں پڑھا تھا۔ اب یاد ہونا مشکل ہے۔

نظام۔ آیت مبارکہ ھو الذی یریکم البرق خوفا وطمعا کی تفسیر فرمائیے اور اسکی ترکیب نحوی بیان کیجئے اور یہ بتائیے کہ سورۂ انا اعطینا کا شان نزول کیا ہے؟۔ اور اس میں رسالتمآبؐ کو کس پہلو سے تسکین دیگئی ہے؟۔

علی محمد باب نے کچھ دیر غور کرنے کی مہلت لی اور آخر کچھ جواب نہ دیا۔

نظام۔ اس حدیث کے معنی بیان کیجئے لعن اللہ العین ظلمت العین الواحدۃ

باب۔ (کچھ دیر سوچکر) اسوقت میرے پیش نظر نہیں ہے۔

نظام۔ علامۂ حلی کی عبارت ہے اذا دخل الرجل علی الخنثی والخنثی علی الانثی وجب الغسل علی الخنثی دون الرجل والانثی۔ اسکی تشریح فرمائیے۔

باب نے سکوت کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔

نظام۔ آپ اپنے تصنیفات کو جامع فصاحت وبلاغت سمجھتے ہیں۔ تو بتائیے

کہ فصاحت و بلاغت میں نسبت کیا ہے۔ اسی کیساتھ بتایئے کہ شکل اوّل بدیہی الانتاج کیوں ہے؟

بابؔ نے ان دونوں سوالوں کے جواب میں بھی سکوت کیا۔

نظام العلماء۔ اچھا بس اب ایک سوال ہےاور وہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے انبیاء کو معجزات۔ اور اولیاء کو کرامات عطا فرمائے ہیں۔ یہ دونوں امر حد کی جانب سے اور عام افراد کی طاقت سے بلند ہوتے ہیں اور وہی حقانیت و صداقت کا معیار ہو سکتے ہیں۔ اب آپ جو اپنی تقریر و تحریر میں رسالت۔ مہدویت ولایت کے مدعی ہیں تو کیا کوئی معجزہ و کرامت بھی آپ کیلئے ہے یا نہیں

بابؔ نے بڑی دیدہ دلیری سے کہا کہ جو چاہے مجھ سے کہو۔ میں دکھانے کیلئے طیّار ہوں۔

نظام العلماء۔ شاہ ایران مرض نقرس میں مبتلا ہیں اور اطبّا علاج سے در ہو چکے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ انکو اچھا کر دیجئے۔

باب۔ یہ بات تو امکان سے باہر ہے۔

ناصر الدین شاہ۔ میرے اُستاد جو آپ سے اس وقت گفتگو کر رہے ہیں انہوں نے بڑی ریاضت مجھ پر کی ہے اور میری تعلیم و تربیت میں زحمت اٹھائی ہے۔ اب پیری کی وجہ سے ہر وقت میرے ساتھ نہیں رہ سکتے اور سفر میں میرے ساتھ نہیں جا سکتے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ان کے اس ضعف

قوت سے مبدل کر دیجئے۔

باب۔ یہ بھی حد امکان سے خارج ہے۔

نظام نے غصہ میں آکر حاضرین کی طرف رخ کیا اور کہا یہ شخص بیوا؟ معلوم ہوتا ہے۔ نہ معجزہ رکھتا ہے نہ کرامت۔ نہ علم ہے نہ درایت

باب نے بڑے غصہ سے نظام العلماء کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ کیا الفاظ ہیں جو تم اپنی زبان پر جاری کرتے ہو۔ میں وہ ہوں جس کے ایک ہزار برس سے تم لوگ منتظر تھے اور ظہور کی دعائیں کرتے تھے۔

نظام۔ تو کیا آپ مہدی موعود اور قائم منتظر ہیں؟

باب۔ ہاں میں مہدی منتظر ہوں۔

نظام۔ آپ مہدی نوعی ہیں یا مہدی شخصی۔

باب۔ نہیں میں وہی مہدی شخصی ہوں جسکو تم مانتے ہو۔

نظام۔ ذرا اپنا اور اپنے باپ ماں کا نام تو بتائیے اور یہ کہ کہاں کے رہنے والے ہیں اور عمر کیا ہے۔

باب۔ میرا نام علی محمد۔ میرے باپ کا نام میرزا رضا اور ماں خدیجہ۔ شیراز کا رہنے والا اور پینتیس ۳۵ سال عمر۔

نظام۔ ہمارے عقیدہ کی بنا پر مہدی وہ ہے جس کا نام رسالتمآب کا نام (م ح م د) اور باپ کا نام حسنؑ ماں کا نام نرجس اور محل ولادت

سر من رائی ہے اور اسکی ولادت کو ہزار سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔
پھر یہ خصوصیات آپ میں کہاں پائے جاتے ہیں۔

باب۔ میں معجزہ پیش کرتا ہوں۔ اس پر تم سب لوگ ایمان لاؤ اور عہد
کرو کہ میں وہی موعود ہوں۔

نظام اور تمام مجمع نے بہت خوشی کے ساتھہ کہا کہ ہم تو اسی کے امید
ہیں اور بہت مشتاق۔ آخر معجزہ آپ کا کیا ہے؟

باب۔ میں ہر روز ایک ہزار بیت اپنے قلم سے لکھہ سکتا ہوں (بیت سے
معنی ہیں پچاس حرف۔ ایکہزار بیت ۵۰۰۰۰ حرف)

حضار نے کہا کہ اگر اسے مان بھی لیا جائے کہ آپ بے شک ایک دن میں
ہزار دو ہزار بیت لکھہ لیتے ہیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ بہت سے
تیز نویس لوگ ایسے ہیں جو ایسا کر سکتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ لکھہ سکتے ہیں
لہذا یہ کوئی معجزہ نہوا۔ باب نے سکوت کیا۔

ملا محمد ماماغانی (رئیس جماعت شیخیہ) ۔ ہم نے تمہاری کتاب میں یہ فقرہ دیکھا ہے کہ
کہ اوّل من امن بی نور محمد و علی "سب سے پہلے میرے اوپر محمد و علی ایمان
ایمان لائے ہیں"، تو کیا تمہارا مرتبہ ان حضرات سے زیادہ ہے؟

باب نے اضطراب آمیز صورت سے سکوت کیا۔

میرزا عبد الکریم ملا باشی ۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا

واعلموا انّما غنمتم من شیئ فانّ للّٰہ خمسہ تم نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ان للّٰہ ثلثہ تو یہ بتاؤ کہ وہ آیت کیوں منسوخ ہوئی اور نسخ کا سبب کیا ہے؟

باب نے مضطربانہ انداز سے گھبرا کر کہا کہ ثلث بھی تو خمس کا نصف ہے۔

حضار نے قہقہہ لگایا

ملا محمد مامغانی - اچھا ثلث خمس کا نصف بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ کیوں تم نے خمس کو برطرف کیا اور ثلث یا نصف خمس قرار دیا۔

باب نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سکوت کیا۔

میرزا احمد جعفر - یہ سب کو معلوم ہے کہ جو شریعت یا قانون منسوخ ہوتا ہے تو اسکے مثل یا اس سے بہتر قانون وضع ہوتا ہے اور تمہاری کتاب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تم نے قرآن کے احکام کو منسوخ کیا ہے۔ ہم جہانتک دیکھتے ہیں وہ قرآن جو تمہارے نزدیک منسوخ ہے حاوی فصاحت و بلاغت اور جامع محاسن و علوم ہے اور یہ کہ جو ناسخ ہے اغلاط و نقائص سے پر اور اباطیل و اوہام سے مملو ہے۔ پھر تم نے نسخ کا سبب بھی کچھ نہیں بیان کیا لہٰذا اگر تم قرآن پر اعتقاد رکھتے ہو تو قرآن میں صریحی طور سے موجود ہے کہ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ تم کو چاہئے کہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرو اور اگر تمہیں قرآن پر اعتقاد نہیں ہے تو ہم کو تم سے کوئی سروکار نہیں۔ اسکے علاوہ تمہارا

فرض ہے کہ اُن نقائص کو دکھلاؤ جو تمہارے نزدیک قرآن میں ہیں
اور جنکی بنا پر تمہیں جدید کتاب و شریعت کی ضرورت محسوس ھوئی ہے۔
باب۔ اسکے جواب کیلئے بہت بسط کلام کی ضرورت ہے جسکے لئے
مجلس موزوں نہیں ہے۔
میرزا محمد جعفر۔ اچھا یہ بتاؤ کہ حضرت مسیح آسمان پر کس طرح بلند
ہوئے۔ آیا مسلمانوں کے قول کے مطابق وہ قتل نہیں ہوئے اور نہ سولی
پر چڑہائے گئے بلکہ زندہ آسمان پر بلند ہو گئے یا نصاریٰ کے قول کے مطابق
کے بعد قبر سے قیام کیا اور آسمان پر گئے۔
اسکے علاوہ یہ کہ وہ جسم عنصری کیساتھ آسمان پر گئے ہیں یا کسی اور طرح
باب۔ اِس سوال کے جواب کیلئے بھی بہت وقت درکار ہے اور اس
وقت موقع نہیں ہے۔
اسکے بعد آپ نے ایک خطبہ پڑہنا شروع کیا اور کہا الحمد للہ الذی
رفع السّموات والارضِ یعنی سموات کی تا کو مفتوح اور ارض کے ضاد
مکسور پڑہا۔ ولی عہد بہادر نے یہ شعر ابن مالک کا پڑھا کہ

وما بتا و الف قد جمعا   یکسر فی الجرّ و فی النصب معا

اور علی محمد باب کی طرف رخ کر کے کہا آخر یہ جہل گوئی کبتک اور عوام
جہالت سے فائدہ اُٹھا کر اُنھیں گمراہ کرنے کا سلسلہ کہاں تک ؟ مجھے

کہ تم نے بوشہر کی گرمی میں مہینوں زیر آفتاب ننگے سر کھڑے ہو کر دعائیں پڑھی ہیں اور عمل کئے ہیں جن سے تمہارا دماغ درست نہیں رہا ہے۔ اب میں حاضرین کی رائے لیکر جو مناسب سزا ہوگی دونگا اور تمہارا قصہ پاک کردونگا۔ پھر حضار سے کہا کہ اب آپ اپنی رائے اس مسئلہ میں پیش کیجیے علماء میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے قتل کا فتوے دیا بعض نے صرف تادیب و تعزیر کی رائے دی۔ ناصر الدین شاہ کو دوسری رائے پسند آئی اور حکم دیا کہ علی محمد باب پر چوبکاری کا عمل ہو۔ آخر شیراز کا منظر دوبارہ پیش آیا اور توبہ تالثہ کے بعد علی محمد باب کو قلعہ چہریق کے جیلخانہ میں پھر بھیجدیا گیا۔

بہائی حضرات کی فلسفہ بافی دیکھو کہ وہ اس کو علی محمد باب کی صداقت کا ثبوت اور اُن کے نبوت و رسالت کی دلیل سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ علی محمد باب نے قید خانہ کی مشقتیں برداشت کیں۔ سزائے تازیانہ کی اذیتیں اُٹھائیں اسلئے وہ ضرور نبی تھے۔

لیکن یہ منطق اتنی غلط ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سی انبیاء نے قید خانہ کی مشقتیں جھیلی ہیں اور مصائب برداشت کئے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ جو شخص بھی قید کیا جائے اور جیلخانہ جائے یا تازیانہ کی سزاؤں کے قابل سمجھا جائے وہ نبی و رسول اور صادق و راستگو ہی ہو

ایک غلط خیال کی رہنمائی اور مذہبی لیڈری کا جنون اکثر انسانوں کو اپنے مقصد کے حصول میں جیلخانہ وغیرہ کے تکالیف برداشت کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے اور وہ اپنے مستقبل کے خوشگوار توقعات کی بنا پر وقتی سختیوں کو اُٹھا لیتے ہیں اور یہ کسی طرح صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

یہ تھے علی محمد باب کے واقعات جو شیراز کے بعد اصفہان اور اصفہان کے بعد ماکو تک پیش آئے اور انہیں ہم یہاں تک پہونچا کر اب ذرا اُن کے حروف حی والے بعض بڑے اصحاب کی کارگذاریوں پر تبصرہ کرتے ہیں جنہوں نے مختلف اطراف میں جاکر اُنکی مہدویت کا غلغلہ اٹھایا اور جہاں گئے وہاں ایک نیا ہنگامہ برپا کیا۔

اُن کے سب سے بڑے سابق الایمان ساتھی ملا حسین بشرویٰ جو "باب الباب" کے معزز لقب سے سرفراز تھے۔ اور جن کے متعلق حضرت بہاء اللہ اپنی کتاب مستطاب "ایقان" میں فرماتے ہیں۔

لولاہ ما استوی اللہ علی عرش رحمانیتہ وما استقر علی کرسی صمدانیتہ۔ "اگر یہ ذات نہ ہوتی تو خدا اپنی رحمانیت کے عرش پر متمکن اور اپنی صمدیت کی کرسی پر برقرار نہیں ہو سکتا تھا"

(ملاحظہ ہو کتاب "ایقان" مطبوعہ نولکشور پریس لمیٹڈ لاہور صفحہ ۲۲)

رکیا کہنا خدائی عظمت کے اس تخیل کا جسکے رو سے خدا کو اپنے عرش رحمانیت و کرسی صمدانیت پر متمکن ہونے میں اُسکے مخلوق انسانی ہاتھوں کے سہارے کی احتیاج ہے)

وہ شیراز سے حضرت باب کے بعض تحریرات اور ایک لوح کو جو بادشاہ ایران محمد شاہ کے نام تھی اور ایک لوح حاج میرزا آقاسی وزیر اعظم کے نام لیکر روانہ ہوئے اور اصفہان میں پہونچکر معتمد الدولہ منوچہر خاں سے ملاقات کی اور منوچہر خاں کو ہموار کر کے ملا محمد تقی ہراتی پر جو وہاں کے دنیادار اہل عمامہ میں سے تھے یہ اثر ڈالا گیا کہ وہ منبر پر حضرت باب کے امر کی تبلیغ اور اُنکی نیابت خاصہ کا اعلان کریں۔

منوچہر کا حضرت باب کے ساتھ وہ برتاؤ جس کا تذکرہ سابق میں ہو چکا اسی کا نتیجہ تھا۔

یہاں سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانے کے بعد حضرت باب الباب نے کاشان کا رخ کیا اور وہیں حاج میرزا جانی سے ملاقات کی جو بابی مذہب کے مشہور مؤرخ ہیں اور جنکی کتاب نقطۃ الکاف کو مسٹر براؤن نے اپنے مقدمہ کے ساتھ شایع کیا ہے جس پر بہائی حضرات بہت برافروختہ ہوئے ہیں اسلئے کہ وہ اُن کے مقاصد کی پامالی کا سبب ہے۔

ان دونوں آدمیوں نے کاشان کے مستند عالم حاج ملا محمد خلف

محقق حاج ملا احمد نراقی سے ملکر اُن کے سامنے حضرت باب کے تعلیمات اور اُنکی کتاب تفسیر سورۂ کوثر کے اجزاء اور بعض الواح کو پیش کیا۔

موصوف ایک متبحر عالم تھے۔ اُنہوں نے پیش کردہ تحریرات کی لفظی و معنوی اغلاط کی گرفت کی جس کے جواب میں کہا گیا کہ حضرت باب فرماتے ہیں اب تک علم نحو مجرمانہ صورت سے قید و بند میں گرفتار تھا، میں اُسے آزاد کرنا چاہتا ہوں اور قواعد و قوانین کی بیڑیاں اُتار کر پھینکنا چاہتا ہوں لہذا اگر کوئی مرفوع منصوب اور منصوب مجرور ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حاج ملا محمد نے بلند آواز سے کہا کہ ان یاوہ گوییوں سے حقیقت ثابت نہیں ہوسکتی۔ ناواقف ایرانی عوام کے سامنے عربی عبارات پیش کرنا اور اُنہیں حجت و برہان تبلانا اور جب اہل علم کا سامنا ہو تو ایسی باتیں کرکے گلو خلاصی کرنا فریب کاری و تدلیس نہیں تو کیا ہے؟!

مایوسی تھی اور ناکامی جس کے ساتھ ملا حسین بشروئی نے کاشان کو خیرباد کہا اور دار السلطنت طہران کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں پہنچکر پہلے تو عوام اور بے سواد اشخاص کے حلقوں میں حضرت امام منتظر کے اشتیاق و طلب کے جذبہ کو بھڑکا کر اپنے رسائی بخت دیا اور طالع کے بیانات سے کہ حضرت کی خدمت میں شرفیاب ہو گئے۔ اُنکو مسحور و مجذوب کرنے کی کوشش کی جس میں کسی نہ کسی درجہ تک کامیابی بھی حاصل ہوئی اسکے بعد وہ لوگ جس کو

بادشاہ اور وزیر اعظم کے نام بھیں بھی ہیں۔ لکھا تھا کہ اگر آپ فقیر کے دعوی کو قبول فرمائیں تو آپ کی سلطنت میں ترقی اور اقبال میں اضافہ ہوگا۔

کسی ذریعہ سے بارگاہ سلطانی میں پہونچا ئیں۔ ایران کے بادشاہ عموماً مذہبی معلومات سے کافی باخبر اور روایات واحادیث پر مطلع ہوتے تھے اور پھر میرزا آقاسی صدر اعظم تو خصوصیت سے اسلامی علوم میں فارغ التحصیل اور تصوف وکلام کے ماہر تھے۔ اُن پر کسی ایسے جادو کا چلنا ناممکنات سے تھا۔

اسلئے وہاں سے جواب تلخ ملا اور کہا گیا کہ ان مہملات کو ترک کرو اور اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو دار السلطنت سے نکلجاؤ۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ملا حسین کو طہران میں پھر قیام ممکن نہ ہوا۔

اُن اشخاص میں سے جو سید باب کے حکم سے مختلف اطراف میں گئے ہوئے تھے ایک ملا علی بسطامی تھے جو عراق عرب روانہ ہوئے اور کربلائے معلےٰ میں پہونچکر سید کاظم رشتی کے اصحاب کو باب علم الٰہی کے ظہور کی بشارت دینے لگے اور رکن رابع کے خیالی عقیدہ کی بنا پر انکو اُس ہستی کے تلاش کا پتہ بتانے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ بات عوام تک پہونچی اور طرز عمل کے شورش انگیز ہونے سے حکومت مجبور ہوئی کہ وہ آپ کو گرفتار کرے۔ چنانچہ آپکو

کچھ دن بغداد میں قید رکھنے کے بعد اسلامبول روانہ کیا گیا راستہ میں موت
دامنگیر ہوئی اور اُنھوں نے انتقال کیا۔

قزوین میں حاج ملا محمد صالح برغانی مصنف مخزن البکاء ایک مشہور
مجتہد تھے، اُن کے بڑے بھائی ملا محمد تقی صاحب مجالس المتقین بلند پایہ
عالم اور اُن کے دوسرے دو بھائی حاج شیخ جواد اور حاج ملا علی شیخی
مذہب کے پیرو تھے۔

حاج ملا محمد صالح کی صاحبزادی اُم سلمہ تھیں جن کا دوسرا نام زرین تاج
خانم ہے۔

انکی ولادت ۱۲۳۱ھ میں ہوئی اور جب سن تمیز کو پہونچیں تو خاندان
کی علمی فضا نے ان کو بھی تحصیل علم میں مصروف کیا اور باپ چچا کی تربیت و
تعلیم سے مقدمات صرف ونحو اور ابتدائی علوم کے مراحل طے کئے اور احادیث
و اخبار کے مطالعہ میں مصروف ہوئیں۔ ادبی مذاق فطری اور شعر و سخن
کا شوق طبعی تھا۔ حاج ملا محمد تقی کے صاحبزادہ ملا محمد امام جمعہ کے ساتھ
عقد ہوا اور تین اولادیں متولد ہوئیں۔

انکے چچا ملا علی جو شیخی تھے اُنھوں نے بھتیجی کو اپنے ڈھرے پر لگایا اور
سید کاظم رشتی کے تاویلات و تعلیمات کو بھتیجی کے سامنے پیش کیا جیسا کچھ

زرین تاج اُن متشابہ تاویلات کی گرویدہ ہوگئیں اور کچھ سوالات بھی سید کاظم رشتی کے پاس اپنی جانب سے روانہ کئے جنکے جواب اُن کے مذاق طبع کے موافق آئے اور اس کے بعد سلسلہ خط وکتابت کا سید کاظم رشتی کے ساتھ قائم ہوگیا اور سید کاظم رشتی نے جو کافی عمر و سن سیدہ تھے اپنی اس غائبانہ ارادت کیش سے جو ایک محترم خاندان کی نونہال تھی اکثر محبت و شفقت بزرگانہ کے رو سے یا قرۃ العین "اے ٹھنکی چشم" کہکر خطاب کیا جس کی وجہ سے ان کے چچا ملا علی وغیرہ اُنکو قرۃ العین کہنے لگے اور یہ اسی لقب سے مشتہر ہوگئیں۔

۱۲۵۹ھ میں قرۃ العین اپنے باپ چچا شوہر کی اطلاع بغیر عتبات عالیات کی طرف روانہ ہوئیں۔

لیکن کربلائے معلےٰ اُس وقت پہونچیں جب سید کاظم رشتی کے انتقال کو دس دن ہوچکے تھے۔ ایران کا عام پردہ عورتوں کا ہندوستان سے مختلف ہے۔ وہاں عورتیں چادر و مقنع کے ساتھ مختلف اشخاص سے بات چیت کرلینا عیب نہیں سمجھتیں۔

قرۃ العین ایران کی تربیت یافتہ تھیں اور طالبعلمانہ زندگی نے مزاج میں آزادی بھی پیدا کردی تھی اور ذوق مباحثہ و مکالمہ جو وہاں کے طالبعلموں کا طرۂ امتیاز ہے اُس سے مستثنیٰ نہ رہی تھیں اس لئے اگرچہ

آپ اب تک پردہ میں تھیں لیکن اپنے علمی ذوق اور سید کاظم رشتی کے تعلیمات کے ساتھ شیفتگی کی بنا پر اُن کے اصحاب خاص اور تلامذہ سے ملاقات کرنے لگیں اور وہ عام خیال رکن رابع کی تحقیق کا جو ان لوگوں میں عام طور سے پایا جاتا تھا اُس سے یہ بھی متاثر ہوئیں۔

ملا حسین بشروئی جو رکن رابع کی تحقیق میں سب سے زیادہ سرگرداں ہو رہے تھے اُن سے ان سے کافی ربط و ضبط ہوا اور ملا حسین جو کربلا سے روانہ ہونے لگے تو قرۃ العین نے چلتے وقت کہدیا کہ رکن رابع کی جستجو میں اگر آپ کو کامیابی حاصل ہو تو مجھے ضرور مطلع کیجیگا۔

ملا حسین وہان شیراز پہونچے اور علی محمد باب پر ایمان لائے۔ فوراً انھوں نے قرۃ العین کو اطلاع دی کہ میں نے رکن رابع کو پالیا اور اُس پر ایمان لے آیا۔ اب آپ بھی ایمان لائیے۔

عورتوں کی فطرت اور افتاد طبع۔ جذبات کی رَو میں بہ جانا۔ کسی ہنگامی بات سے متاثر ہو جانا اور قدم اُٹھانے میں غور و فکر اور صبر و سکون کیساتھ تدبّر کی ضرورت نہ سمجھنا۔ محبّت یا نفرت میں حدِ اعتدال سے گزر جانا۔ ظاہری اسباب کی بنا پر جلدی سے اعتماد کر لینا اور جس پر اعتماد ہو جائے اُس کی ہر بات کو مثل وحی کے یقینی سمجھنا۔

یہ عورت کے عام خصوصیات ہیں جس سے مستثنیٰ بس وہی ہو سکتی

ہیں جو قدرت کی طرف سے کسی غیر معمولی طاقت اور روحانیت کی مالک ہوں۔

قرۃ العین بھی فاضلہ ادیبہ شاعرہ سہی لیکن طبعی خصوصیات میں عام عورتوں کی سطح سے بلند نہ تھیں۔

ملا حسین بشروئی نے اپنی طرف سے خط لکھا اور حضرت علی محمد باب سے لکھکر ایک تحریر اُسنے قرۃ العین کے نام لی۔ اور اُسے اپنے خط کے اندر رکھکر قرۃ العین کے پاس روانہ کیا۔

اس خط کا قرۃ العین کے پاس پہونچنا تھا کہ معلوم ہوا وحی آسمانی اُتر آئی۔ ہر مجلس و محفل میں اس کا تذکرہ ہونیلگا اور لوگوں کو ظہور باب کی بشارت، اس زمانہ میں ملا علی بسطامی بھی جن کا تذکرہ ابھی اسکے قبل ہو چکا ہے کربلائے معلےٰ پہونچے اور ظہور باب کی بشارت لائے جسکے نتیجہ میں حکومت نے اُنکو گرفتار کر کے استانبول بھیجا۔ اس نے قرۃ العین کے جذبات کو اور بھڑکیں لگائی اور وہ انہماک کیساتھ تبلیغ میں مصروف ہوگئیں اور علانیہ مردوں کی محفلوں میں گفتگو کرنے لگیں۔

نئی بات۔ عورت! علمی مسائل سے شناسا! طالبعلموں سے برسر گفتگو! ایک نئے ظہور کی مبلّغ! ہر طرف سے عوام جوق در جوق مجمع ہونے لگے اور موصوفہ سے دلچسپی کا اظہار کیا جانے لگا۔

ادہر آپ کا حسن و جمال۔ ۲۸ برس کی عمر۔ کامل سن شباب۔ ذوق شعر و

سخن۔ دلاویز گفتگو۔ اکثر اصحاب کی غیر معمولی دلبستگی کا باعث۔
حکومت وقت بھی اس لحاظ سے کہ یہ عورت تھیں اور عورت کیسا
عام ملکی مذہبی قانون کی بنا پر زیادہ سختی کی نہیں جا سکتی کچھ عرصہ تک
چشم پوشی کرتی رہی لیکن جب پانی سر سے اونچا ہوا اور یہ خیال ہوا کہ
موجودہ حالت کی ترقی کہیں زیادہ ہنگامہ خیزی کا باعث نہ ہو تو حکومت
بغداد نے آپ کو کربلائے معلّے سے بغداد کی طرف منتقل کر دیا۔ آپ بغداد
آئیں یہ شیخ محمد شبل اور ملّا ابراہیم محلّاتی اور شیخ صالح کریمی تینوں آدمی
کربلائے معلّے میں آپ کے گرویدہ ہو چکے تھے آپ جو بغداد آئیں تو تینوں
اشخاص مجذوبانہ کشش سے آپ کے ساتھ بغداد پہونچ گئے اور شیخ محمد شبل
چونکہ بغداد ہی کے رہنے والے تھے اور وہاں املاک و باغات رکھتے
تھے اسلئے آپ نے انہی کے مکان میں قیام کیا۔

بغداد کے والی کو جب آپ کے تعلقات صاحب غانہ کیساتھ معلوم ہوئے
اور یہ خیال ہوا کہ یہاں آپ کا قیام آپکے مقاصد کی تکمیل کا باعث ہوگا
تو آپ کو مفتی بغداد ابن آلوسی کے مکان میں منتقل کر دیا گیا جہاں آپ کا
دو ماہ توقف رہا۔

استانبول کے حکم کا انتظار تھا۔ وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ ان کو
مملکت عثمانی کے حدود سے نکال کر اپنے وطن ایران جانے پر مجبور کیا جائے

حکومت کی طرف سے آپ کو اس کی اطلاع دی گئی اور آپ ایران جانے پر مجبور ہوئیں۔ وہ لوگ جو دل و جان آپ کی نذر کر چکے تھے ساتھ کہاں چھوڑتے چنانچہ شیخ صالح۔ ملا ابراہیم محلاتی سید احمد یزدی۔ شیخ محمد شبل اور اُن کے بیٹے شیخ مصطفٰے وغیرہ یہ چند اشخاص مردوں میں سے آپ کیساتھ ایران جانے پر آمادہ ہو گئے۔ عورتوں میں آپ کے ساتھ ورقۃ الفردوس یعنی حضرت باب الباب کی ہمشیرہ اور اُنکی والدہ اور شمس الضحٰی تھیں۔ مصارف کی ذمہ داری شیخ محمد شبل نے اپنے ذمہ لی۔

حکومت ترکی نے اپنے خاص آدمیوں کے ہمراہ ان لوگوں کو عراق کی حدود سے باہر نکالا اور یہ لوگ "کرند" پہونچے۔ کرند کی آبادی بالکل ان پڑھ جاہل۔ کردی قوم کے علی اللّٰہی اشخاص پر مشتمل ہے۔

بات ایسی تھی کہ غل مچ جاتا۔ باب علم ظاہر ہوا ہے اور مہدی موعود نے خروج کیا ہے۔ اُنکی تبلیغی جماعت رہ سپار وادی مسافرت ہے اور سر گروہ اُنکی ایک تعلیمیافتہ عورت ہے جو مردوں کو اپنے زیر حمایت لئے ہوئے جا رہی ہے اور ہر کس و ناکس سے گفتگو کرتی اور تقریریں کرتی ہے۔

کرند کے لوگوں کو اِس سے کافی دلچسپی پیدا ہو گئی اور اُنہوں نے گوسفندوں کی قربانیاں کر کے ان لوگوں کو تین روز کیلئے مہمان کیا اور بہت خاطر مدارات سے پیش آئے۔

تین روز کے بعد یہ لوگ کرمانشاہ روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچکر تین مکان کرایہ پر لئے گئے ایک عورتوں کے لئے دو سرا مردوں کے لئے۔ تیسرا لوگوں کی ملاقات اور آمد و رفت کے لئے۔ لوگوں کا اژدھام ہو گیا مکان پر ٹھٹھ لگ گئے۔ کچھ لوگ تحقیق حقیقت کیلئے۔ کچھ تماشا دیکھنے اور اس عجیب صورت حال کا نظارہ کرنے اور کچھ دیکھا دیکھی۔ اس مجمع کثیر میں شیخ محمد شبل اور شیخ صالح طورہ باب کا اعلان کرتے اور تفسیر سورہ کوثر پڑھ کر سناتے اور ملا ابراہیم محلاتی اُس کا ترجمہ کرتے تھے۔ بشارت دیتے تھے۔ ھلہلہ کرتے تھے اور مبارکبادیں دیتے تھے۔ لوگوں پر ان بشارتوں اور مبارکبادوں کا اثر پڑتا تھا اور وہ ان لوگوں کی ضیافت و خدمت میں کافی توجہ سے کام لیتے تھے۔

حضرت قرۃ العین اگرچہ عام لوگوں سے ابھی تک پردہ میں تھیں لیکن اپنے مخصوص اصحاب کے لئے آپنے بغداد ھی میں پردہ اُٹھا دیا تھا۔ یہ بغداد ھی کا واقعہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ شیخ محمد شبل کے مکان میں تھیں تو جلسہ ہوتا تھا اصحاب خاص کا جو بیس آدمیوں سے کم نہ تھے اور وسط مجلس میں آپ تشریف رکھتی تھیں بے نقاب۔ گرمی کے باریک کپڑے پہنے ہوئے اور اپنی سامعہ نواز تقریر سے سب کو بہرہ مند کرتی تھیں۔

اسلامی تعلیمات کے دلدادہ پرانے ڈھرے کے لوگ اس پر اعتراض

کرتے تھے اور خود آپ کے اصحاب میں اس طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا جس کا تصفیہ یہ قرار پایا کہ حضرت صاحب الدعوۃ علی محمد باب سے دریافت کیا جائے چنانچہ ایک کاغذ چند مسائل پر مشتمل موصوف کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ انمیں یہ مسئلہ بھی تھا۔ سفیر یعنی فرستادہ شخص شیراز کی طرف روانہ ہوا لیکن موصوف سے شیراز میں ملاقات نہ ہو سکی آخر وہ ماکو جاکر آپ کی خدمت میں پہونچا اور اُن مسائل کا جواب حاصل کیا اس سوال کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ انّھا امرأۃ صدیقۃ عالمۃ عاملۃ طاھرۃ ولا تردّ الطاھرۃ فی حکمھا فانّھا ادریٰ بمواقع الامور من غیرھا۔

"وہ صدیقہ عالمہ عاملہ طاہرہ ہیں اور طاہرہ کی کسی بات پر اعتراض صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود ہر بات کے موقع کو بہتر سمجھ سکتی ہیں"

جب یہ تحریر بغداد پہونچی تو تمام اصحاب اس تحریر کو سننے کے لیے کاظمین میں جمع ہوئے اس جواب کو سنکر زیادہ تعداد ان اصحاب کی تو خوش و مسرور ہوی اسلئے کہ جواب اُن کے آرزوے دل کے مطابق تھا مگر چند لوگ جو شاید نیک نیتی سے قرۃ العین کے تعلیمات سے متاثر ہوئے تھے۔ اور کوئی خاص غرض نہ رکھتے تھے۔ اب اُنہیں کچھ حقیقت حال کا اندازہ ہوا اور اُنہوں نے قرۃ العین اور اُنکی تحریک سے کنارہ کشی کی۔ انہیں

حسب ذیل اشخاص کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔

سید علی۔ سید طٰہٰ۔ کاظم صوفی۔ سید حسن جعفر

حضرت باب کی یہی تحریر ہے جسکی بنیاد پر قرۃ العین حضرت طاہرہ کے لقب سے ملقب ہو گئی ہیں اور بہائی حضرات آپ کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔

بہر حال کرمانشاہ میں بھی آپ کا طرز عمل یہی تھا۔ شمع جمال کے پروانے تعدادمیں زیادہ ہوتے جاتے تھے اور وہ آپ کے گرد مجتمع رہتے تھے۔

عقیدہ کا حال ابھی تک عوام کو پورے طور سے معلوم نہ تھا رفتہ رفتہ حالات کا انکشاف ہوا۔ آقا عبد اللہ مجتہد کرمانشاہ نے مناسب سمجھا کہ یہ لوگ کرمانشاہ سے روانہ ہو جائیں۔ اسلئے خفیہ طور سے قرۃ العین کے باپ اور چچا کو لکھا کہ آپ کی لڑکی نے یہاں ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ کسی طرح انکو یہاں سے لیجائیے۔ اِن دونوں بزرگواروں نے قرۃ العین کے بھائیوں کو چند دوسرے اشخاص کی معیت میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ انکو کرمانشاہ سے لیجائیں۔

قرۃ العین کو جو ان لوگوں کے آنے کی اطلاع ہوئی وہ بہت جلد ہمدان کی طرف روانہ ہو گئیں اور ان لوگوں نے بھی ہمدان کا قصد کیا۔

ہمدان پہونچکر تبلیغ کی گرم بازاری زیادہ ہوئی۔ لوگوں کے لئے

تماشا دلچسپ تھا۔ عوام کی بھیڑ ہو گئی۔ نو وارد حضرات بھی جواب چالیس آدمی کے قریب تھے راستوں، گلیوں، بازاروں میں منتشر ہو کر ظہورِ جدید کی بشارت دیتے تھے اور خود قرۃ العین اغنیاء و اعیانِ شہر کے گھروں پر جا کر خواتین تک اپنے تعلیمات کا اثر پہونچاتی تھیں چنانچہ حاجیہ خانم نے جو ایک معزز رئیس کی بیوی تھیں آپ کی تعلیم کو قبول کیا، اور بابی ہو گئیں۔

ہمدان کے یہودی بھی جو مسلمانوں کے اس جدید افتراق کو اپنے لئے مسرت انگیز سمجھتے تھے اِن لوگوں کے ساتھ ہو گئے اور قرۃ العین کے علمی کمالات اور ہر فن مولائی کے ساختہ حکایات کوچہ و بازار میں سراہے جانے لگے۔

علمائے ہمدان نے جو یہ دیکھا تو اُنھوں نے بھی اس فتنہ کے انسداد کی طرف اپنی توجہ کو منعطف کیا اور عوام کو حقیقت حال سے واقف کیا جس کے نتیجہ میں تبلیغی جماعت کے بڑے کارکن ملّا ابراہیم محلاتی کو زد و کوب کی تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ اُدھر عام افراد میں کوئی حقیقی کامیابی بھی حاصل نہیں ہوئی اسلئے ان لوگوں نے ہمدان میں قیام بیکار سا سمجھا اور کچھ لوگ بددل ہو کر عراق واپس ہو گئے۔ کچھ لوگ قرۃ العین کی معیت میں قزوین روانہ ہوئے۔ انہیں میں سے شیخ محمد شبل بھی تھے جو حضرت قرۃ العین کے بڑے سچے فدائی دوست تھے۔

قزوین میں پہونچکر آپ اپنے مکان پر جہاں آپکے شوہر اغزا اور فرزند تھے

نہیں گئیں بلکہ علیحدہ مکان میں قیام کر کے وہاں اپنے خیالات کی نشر و
اشاعت میں مصروف ہو گئیں۔

آپکے والد ملا محمد صالح شاید محبت پدری کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے
خاموش رہے اور کوئی ظاہر بظاہر مخالفت نہیں کی مگر آپ کے بڑے ج
آقا محمد تقی نے جو آپکے خسر بھی تھے جد و جہد شروع کی اور آپ پر زور د
کہ ان حرکات کو ترک کریں اور اپنے شوہر ملا محمد امام جمعہ کے یہاں چلی ج
فہمائش کا کوئی اثر نہ ہوا اور کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ عوام
خیالات برابر خراب کئے جا رہے تھے۔ اور باب کی تعلیمات کی اشاعت۔ آخ
حامی اسلام ملا محمد تقی نے جو ایک خدا ترس پر جوش مذہبی عالم تھے مو
کا سلسلہ شروع کر دیا اور روزانہ منبر پر جا کر اس تازہ فتنہ کے متعلق ع
کو بیدار کرنے میں مصروف ہو گئے۔

یہ بات معنی خیز ہے اور بہائی حضرات کو بھی تسلیم کہ جس موقع پر قرۃ العین نے
اپنے اصحاب اور اُن لوگوں کو جو حضرت باب پر ایمان لائے تھے قزو
سے رخصت کر دیا اور مختلف اطراف میں بھیجدیا۔ لیکن شیخ صالح کری
ملا ابراہیم محلاتی ۔ میرزا صالح شیرازی یہ تین شخص ایسے تھے جنہیں قزو
میں رکھ لیا گیا۔ درحقیقت یہی لوگ وہ تھے جو مظلوم ملا محمد تقی برغا
کے قتل کی سازشیں کرتے تھے اور آخر اس میں کامیاب ہوئے۔

ملا جلیل ارومی بھی جو بابی مذہب کے ایک رکن تھے اس زمانہ میں قزوین پہونچ گئے تھے اور وہ بھی اس ناگوار واقعہ میں شریک ہوئے۔ آخر سازش مکمل ہوگئی اور بوڑھے نیک فطرت ملا محمد تقی کو نمازِ صبح سے فراغت کے موقعہ پر خنجروں سے زخمی کیا گیا اور اُس مجاہد ملّی کے خون سے مصلّے کو رنگین بنایا گیا۔

کاری زخموں کی شدت کے باوجود شہید ملا محمد تقی ۲ دن تک زندہ رہے اور باوجودیکہ قاتل کو دیکھ اور پہچان چکے تھے مگر صرف اسلئے کہ فتنہ و فساد برپا نہو اور خونریزی میں اضافہ نہ کیا جائے آپ نے وصیت کی کہ کسی کو میرے قتل کے سلسلہ میں گرفتار نہ کیا جائے اور نہ کسی سے قصاص کی طلب ہو میں نے اپنے قاتل کو معاف کر دیا۔

چوتھے دن آپنے فانی دنیا سے مفارقت کی اور شہادت کی اُس زندگی کو حاصل کرلیا جسکے لئے اختتام نہیں ہے۔ یہ تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہے اور بہائی دنیا مجتمع ہو کر اسکے خلاف ثبوت پیش نہیں کرسکتی کہ بابی تحریک کے شروع ہونیکے بعد سے یہ پہلا خون ہے جو اس سلسلہ میں بہا ہے۔ اسکے قبل حکومت یا عام مسلمانوں کی جانب سے بابی مذہب کے مبلغین کیساتھ جو سلوک بھی کیا گیا وہ زیادہ سے زیادہ سزائے تازیانہ۔ قید۔ ایذا رواہانت میں محدود ہے۔ لیکن قتل کا کوئی واقعہ نظر نہیں آتا۔ یہ پہلا قتل ہے جو بابی مذہب کے افراد کی طرف سے ہے ایک مخالف

بابیت مذہبی عالم کیساتھ۔

اب اس کے بعد جو کچھ خونریزی کے واقعات ہوں اور عوام میں بابیوں کے خلاف اشتعال پیدا ہو جس سے بہائیوں کی نبوٹی تاریخ مظلومیت قریب ہو جائے تو اُسکی ذمہ داری فطرت انسانی کی رو سے اسی قتل پر سمجھنا چاہیئے۔

بہائی حضرات بھی اس کے معترف ہیں کہ یہ قتل بابی جماعت کی کسی فرد کی طرف سے تھا لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص مذہب بابیت میں نووارد تھا اور ملا محمد تقی کے مواعظ سے جن میں روسائے مذہب باب کے متعلق سخت الفاظ استعمال کیے جاتے تھے۔ اُسنے مشتعل ہو کر ایسا کیا تھا اور حضرت قرۃ العین کو اس کی خبر نہ تھی۔

"تحفۂ طاہرہ" میں بھی جو اسفندیار بختیاری کی تصنیف دہلی میں شایع ہوئی ہے اِس کا اعتراف موجود ہے ملاحظہ ہو صفہ ۱۶۔

"سبب قتل حاجی ملا تقی این شد کہ آن ظالم جہول روزے بر فراز منبر زبان بطعن ولعن بہ شیخ جلیل اکبر کشود یعنے حضرت شیخ احمد احسائی ولی با نہایت بیحیائی کہ اُو آتش این فتنہ بر فروخت وجہانے را بزحمت و آزمائش انداخت بصوت جہوری شتایم بسیار رکیکہ بر زبان راند شخصی از اہل شیراز از مبتدئین حاضر مجلس بود تحمل طعن ولعن شیخ نہ نمود شبانہ بمسجد رفت و نیزکے در دہن ملا تقی مذکور زد و خود فرار کرد۔"

اس عبارت میں شہید مظلوم آقا محمد تقی کے لئے جو تلخ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں "ظالم جہول بیحیا" وغیرہ وہ بہائی مذہب کی تہذیب کا نمونہ اور اس دعوے کا معکوس ثبوت ہیں کہ بہائی مذہب کی تعلیم میں رواداری پائی جاتی ہے۔

اس قسم کے الفاظ عام افراد کے تحریرات سے مخصوص نہیں بلکہ روسائے مذہب بہاء کے تحریرات بھی ایسے الفاظ سے پُر ہیں جنکے نمونے مناسب مواقع پر درج کئے جائیں گے۔

حکومت کو قانون سلطنت کی حفاظت کیلئے واقعۂ قتل کی تحقیقات ضروری تھی، اس لئے جن لوگوں پر مرحوم شہید کے قتل کا شبہ تھا سب گرفتار کئے گئے میرزا صالح شیرازی۔ ہادی فرہادی۔ ملّا ابراہیم محلاتی۔ شیخ صالح کریمی اور ایک آدمی اور۔ ہادی فرہادی کسی صورت سے روپوش ہوا اور طہران روانہ ہوا۔ صالح شیرازی نے اعتراف کیا اور کہا کہ حقیقۃً ملّا محمد تقی کا قاتل میں ہوں حکومت کی رائے میں پانچوں آدمی شریک قتل ثابت ہوئے اور پانچوں آدمیوں کو قتل کئے جانے کا حکم ہوا۔

اس زمانہ میں حضرت قرۃ العین بھی برابر نظر بند تھیں اور حکومت کی طرف سے زیر حراست۔

ہادی فرہادی طہران پہونچ چکا تھا۔ طہران میں میرزا حسین علی مازندرانی تھے

جو بعد میں بہاء اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

میرزا ہادی نے طہران میں پہونچکر موصوف کو اور دوسرے لوگوں کو جو آپکے ہمخیال تھے قزوین کے واقعات اور حضرت قرۃ العین کی نظربندی سے مطلع کیا اور ان لوگوں کی رائے ہوئی کہ میرزا ہادی فرہادی کو پھر قزوین جانا چاہئے اور کسی نہ کسی طرح حضرت قرۃ العین کو اس نظربندی سے نکالکر طہران لانا چاہئے۔ ہادی فرہادی مخفی طور سے قزوین پہونچا اور اپنی خاندانی عورتوں کے ذریعہ سے قرۃ العین کو گھر سے نکالا اور تین گھوڑے جو طیار کئے گئے تھے ایک پر قرۃ العین اور ایک پر میرزا ہادی۔ ایک پر قلی نامی ایک نوکر۔ راتی راتا غیر معروف راستہ سے طہران روانہ ہوگئے اور بہاگو بہاگ دو اندرمان" میں جو "شاہزادہ عبدالعظیم" کے قریب ہے پہونچکر میرزا حسین کو اپنے آنے سے مطلع کیا۔

موصوف فوراً طہران سے استقبال کے لئے روانہ ہوئے اور اندرمان پہونچکر پہلی مرتبہ حضرت قرۃ العین کے جمال مبارک سے بہرہ اندوز ہوئے ہماری لفظوں میں معانقہ و مصافحہ کے بعد اور مصنف فلسفۂ نیکو کی لفظوں میں "پس از بوس و کنار" اسی وقت رات کو طہران پہونچکر حضرت میرزا کے ذاتی مکان میں فروکش ہوئے۔

حضرت باب کی تبلیغ پر لبیک کہنے والے ایرانی عوام جنہوں نے بغیر آنکھیں کھولکر دیکھے۔ بغیر حضرت باب کی زیارت کیے۔ بغیر آپ کی ہدایات و تعلیمات سے بہرہ مند ہوے۔ صرف چند مقدس صورت اشخاص کے کہنے سے آپ کی مہدویت کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا بڑے بدقسمت کہے جانے کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے اِس سلسلہ میں مجنونانہ شغف کے ساتھ جانیں دیں، شورشیں برپاکیں اور ملک کے امن و امان کو تباہ کیا لیکن بابی مذہب کے بعد والے پیشوایاں اُن کے ان حرکات سے بیزاری کا اظہار کرتے اور اپنے اصول مذہب سے ناواقفیت کا نتیجہ تبلاتے ہیں۔

اگرچہ صورت واقعہ اسکے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شروع شروع وہ تمام شورشیں حضرت باب کے اشارہ پر اور آپکے مخصوص اصحاب مثل حضرت باب الباب۔ حضرت قدوس۔ حضرت طاہرہ۔ حضرت بہاء اللہ کی سرکردگی میں واقع ہوئی تھیں جن سے مقصود حکومت کے نظم کو درہم برہم کرنا تھا لیکن جب سلطنت کی طاقت زبردست ثابت ہوئی اور اُس نے شورش پسند اور خودسر جماعتوں کا قلع قمع کیا تو یہ کہا جانیلگا کہ وہ شورشیں اپنے مذہب کے اعتبار سے بھی خودسرانہ تھیں اور اُن میں کوئی مذہبی حقانیت پائی نہ جاتی تھی۔

ملاحظہ ہو کتاب "حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات" مولفہ حشمت اللہ آگرہ جو عزیزی پریس آگرہ میں شائع ہوئی ہے صہ ۱۲

میرزا سید علی محمد کے دعوے کو جن لوگوں نے سچا تسلیم کیا تھا اُنکا نام بابی مشہور ہوگیا اور ان بابیوں کی تاریخ نہایت قابل رحم اور دردناک ہے کیونکہ اکثر انمیں سے ان پڑھ۔ خوش عقیدت۔ سادہ اور پاک باطن آدمی تھے جنہوں نے بچپن سے مسجدوں اور امام باڑوں میں امام معصوم قائم آل محمدؐ حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر دل کو بیتاب کرنے والے فقروں میں سنا تھا اور جب کبھی اُنکا ذکر ہوتا تو عجل اللہ فرجہ کہنا سیکھا تھا اور سیکڑوں فسانے جو کہ واعظوں کے جوش نے اُنکی تشویق کے لئے گڑھے تھے اُن کے ذہن میں موجود تھے اور اُنکی رکاب میں چلکر جہاد اور شہادت کا جوش ہر ایک کو متوالا کئے ہوئے تھا۔ ان لوگوں کو میرزا علی محمد کے حسن صورت اور سیرت نے اپنا دلدادہ کرلیا۔ اور اُن کے پرجوش بیانات نے انکا دل چھین لیا۔ ایسی حالت میں میرزا علی محمد کا قید میں رہنا اُن کے واسطے سخت مضر ثابت ہوا۔ وہ اپنے محبوب کے تعلیمات سے اکثر ناواقف تھے جس کا کافی ثبوت اُنکے حرکات اور سکنات سے ملتا ہے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت باب پر ایمان لانے والے ابتدائی افراد جن سے بابیت کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ وہ بالکل ان پڑھ ناسمجھ سطحی نظر کے لوگ اور عوام تھے اور اُنھوں نے صرف اِس جوش اور ولولہ میں کہ حضرت مہدی آگئے ہیں شورشیں برپا کردیں اور ملک کے امن وامان کو تباہ کیا

چنانچہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۵ میں ہے کہ

"ایک جماعت نے مولوی اور مجتہدوں کی روایتیں اور کہانیاں یاد کیں اور کہا کہ ہم کو اُنکے مطابق کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ تھا کہ جب امام مہدی آویں گے تو وہ یہ کام کریں گے اور چونکہ ہم خیال کرتے ہیں کہ حضرت باب مہدی ہیں تو ہمکو اُن سب سے جہاد کرنا چاہئے جو کہ اُنپر ایمان نہیں لائے ہیں۔"

پھر صفحہ ۱۶ میں ہے "انہیں سے ہی بعض نے لڑائیاں لڑیں اور ایک نے اس وجہ سے شاہ ایران پر حملہ کیا کہ اُن کے حکم سے حضرت باب شہید کئے گئے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ جان لینے میں کامیاب نہوا۔"

اس سب سے کم از کم حکومت ایران کے اُس طرز عمل کا حق بجانب ہونا ثابت ہے۔ جو اُس نے بابیوں کے ساتھ اختیار کی اسلئے کہ ان لوگوں کے طرز عمل نے ثابت کر دیا تھا کہ یہ ملک کے امن و امان کے دشمن اور حکومت و سلطنت کا تختہ اُلٹ دینے پر طیار ہیں بلکہ وہ اُس انقلابی جماعت کے اجزاء معلوم ہوتے ہیں جس میں روس کی بالشویکی تحریک کے ابتدائی اثرات کارفرما تھے۔

اُنکی از خود رفتہ رفتار کا انسداد کسی دلیل و برہان سے ممکن نہ تھا بلکہ اُس کے لئے طاقت کے صرف کئے جانے کی ضرورت تھی اور آخر میں ہزاروں جانیں تلف ہونے کے بعد حکومت کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی اور بابی تحریک ناکام رہی۔

ان تمام بندگان خدا کے نفوس کی ذمہ داری بابی مذہب کا سرنامۂ اوّل اور خود حضرت باب کے قتل کا اصلی سبب اُسی شوریدہ سر جماعت کا مجنونانہ طرز عمل قرار پاتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بابی جماعت کا ابتدائی طرز عمل اتنا تاریک اور قابل اعتراض ہے کہ بعد والے بابی جماعت کے افراد بھی اُسکو سراہنے کی جرأت نہیں کرتے بلکہ قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔

اب یہ بحث رہجاتی ہے کہ اس طرز عمل کی ذمہ داری بابی مذہب کے پیشوایاں اور خود حضرت باب پر کہاں تک عائد ہوتی ہے۔

ہم جہاں تک تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں اور آئندہ کے واقعات میں تذکرہ کرینگے زیادہ تر جو شورشیں ہوئی ہیں اُنمیں بابی مذہب کے خاص خاص رہنمایاں اور حضرت باب کی تحریک کے مخصوص ارکان اور آپ کی طرف کے خطاب یافتگاں جیسے حضرت ملا حسین بشروئی ملقب بباب الباب۔ حضرت ملا محمد علی مازندرانی ملقب بہ قدوس۔ حضرت حسین علی مازندرانی ملقب بہاء اللہ حضرت قرۃ العین ملقب بطاہرہ موجود ملتے ہیں اور ان باغی جماعتوں کے سرگروہ نظر آتے ہیں۔

پھر اگرچہ حضرت باب قیدخانہ میں تھے مگر آپ کے خطوط و الواح اصحاب خاص کی طرف مخصوص ذرایعہ سے پہونچتے ہی تھے اور اکثر اصحاب آپ سے

ملاقات بھی کرتے رہتے تھے۔ اگر آپ اس طرز عمل سے رضامند نہ تھے اور یہ آپ کی تعلیم کے خلاف تھا تو آپ کو خاص طور سے اعلان کرنا چاہئے تھا کہ میرے مذہب کی حمایت میں یہ طرز عمل اختیار کرنے والے لوگ بالکل میری تعلیم سے علیحدہ اور میری مرضی کے خلاف ہیں۔

اگر آپ ایسا اعلان فرمانا چاہتے تو میرا خیال یہ ہے کہ حکومت خود نہائی سرگرمی سے اُسکی اشاعت میں حصّہ لیتی اور زیادہ سے زیادہ پیمانہ پر اُس کو شایع کر کے شورشوں کا سدباب کرتی۔

حالانکہ بہائی مذہب کے حضرات آپکی ایک لوح بھی ایسی نہیں پیش کر سکتے جسمیں آپنے اپنے مبلغین کو صبر و سکون کی ہدایت اور شورش آفرینی سے ممانعت اور اُنکی سابقہ کارگذاریوں پر ملامت فرمائی ہو۔ آپ تحریری حیثیت سے ممانعت نہ فرماتے۔ یہی کہیں تاریخ میں مندرج ہوتا کہ آپنے اپنے مقام پر یا کسی شخص سے ان شورشوں کے متعلق نفرت کا اظہار کیا ہو۔

مذہبی دنیا میں یہ واقعہ مسلّم ہے کہ جب حضرت رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرستادہ جماعت کے ایک سردار خالد بن الولید نے آپ کی مرضی کے خلاف ایک گروہ کو قتل کر دیا ہے اور حضرت کو اطلاع ہوئی تو آپنے کس طرح نفرت کا اظہار کیا اور چند مرتبہ فرمایا اللھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد اور آپ نے اولیاے مقتولین کو دیت ادا فرمائی

یہ چیزیں وہ ہوتی ہیں جو ایک پیشوائے مذہب سے اُسکے متبعین کے غلط افعال کی ذمہ داری کو ہٹا دیتی ہیں۔

سیاسی دنیا میں ہمارے ملک کے قائد اعظم گاندھی جی کی مثال موجود ہے کہ آپ کی تعلیم "مقاومت مجہول" اور عدم تشدد" کے مقابلہ میں جب عام افراد سے خلاف طرز عمل ظاہر ہوا تو برابر گاندھی جی کی طرف سے نفرت کا اظہار کیا گیا اور اُنکو یہ تاکید رہی کہ اگر وہ تشدد کا طرز عمل اختیار کرینگے تو موصوف اُن کے اس جرم سے متاثر ہو کر خود جسمانی تکالیف برداشت کرنا شروع کر دینگے یقیناً اگر حضرت علی محمد باب اُس طرز عمل سے جو اُنکے تبعین اختیار کر رہے تھے بیزار تھے تو اُن کے لئے اس قسم کے اعلان کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

بے شک بہت سی لڑائیاں بابیوں نے علی محمد باب کے قتل کے بعد لڑی ہیں لیکن میرا سوال تو اُن واقعات کی نسبت ہے جو موصوف کی زندگی میں رونما ہوئے ہیں۔

اسکے خلاف ہمکو تاریخ میں یہ واقعہ نظر آتا ہے کہ آپنے صرف اپنے تئیں حضرت مہدی منتظر ثابت کرنیکے لیے چونکہ حضرت مہدی کے متعلق احادیث میں یہ ہے کہ اذا رأیتم الرایات السود من قبل خراسان الخ یعنی "جب کالے علم خراسان کی طرف سے بلند ہوتے نظر آئیں تو سمجھنا کہ امام مہدی نے ظہور کیا"۔ اپنے تمام اصحاب کو بلا استثناء مامور کیا کہ وہ خراسان کی طرف متوجہ

ہوں اور وہاں سے زیادہ تعداد میں سیاہ نشان لیکر باہر آئیں۔

چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر طرف سے بابی حضرات خراسان کیطرف روانہ ہوگئے یہانتک کہ حضرت میرزا یحیی صبح الازل جنکی عمر اُسوقت پندرہ سال سے زاید نہ تھی اُنھوں نے بھی خراسان جانے کا ارادہ کیا۔ حاج میرزا جانی نے نقطۃ الکاف میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے اور اُسی سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب کی یورش خراسان پر حضرت باب کے فرمان کے مطابق تھی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں

"در زمانیکہ حکم از حضرت رب الاعلیٰ یعنے جناب ذکر علیہ السلام (یعنی علی محمد باب) صادر شدہ بود کہ اصحاب بخراسان بروند ایشان (مرزا یحیی) ہم عزم تشریف بردن نمودند در خفائے جناب اخوی خود بنحوے کول یارچہ درست نمودہ و اسباب مختصری مہیا فرمودہ بنحو تجرد قدم تفرید از کشور کثرت بصحرائے وحدت گذاردہ بیرون تشریف بردہ باوجود آنکہ زیادہ از پانزدہ سال از عمر شریفش نگذشتہ بود و ابدا سفر نفرمودہ بودند و از جمیع آداب سفر عاری بودند محض توکل بحضرت محبوب خود و انتثال امر جناب مطلوب خود حرکت فرمودہ بودند چوں جناب اخوی ایشاں (میرزا حسین علی بہا) مطلع گردیدہ فرستادہ و ایشاں را ممانعت نمود"

ملا حسین بشروئی جو طہران میں ناکام ہوچکے تھے وہ اب خراسان کی

طرف روانہ ہوئے۔ ملا محمد علی بارفروشی مازندران سے آئے۔ قرۃ العین کو بھی خط لکھا گیا اور وہ بھی روانہ ہوئیں۔

حضرت بشرویٔی نے راستہ میں ملا علی اصغر نیشاپوری کو بھی متفق الخیال بنایا اور مشہد مقدس میں ملا عبد الخالق شیخی کو جو صاحب محراب و منبر تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ منبر پر علی محمد کے دعوے کی تبلیغ کریں۔

اصحاب کچھ پہونچے تھے اور کچھ ابھی نہیں۔ قرۃ العین بھی ابھی راستہ ہی میں تھیں۔

ملا حسین بشرویٔی نے جلدی کی اور ملا علی اصغر و ملا عبد الخالق کے ذریعہ سے نیشاپور و مشہد میں اپنے مقصد کا اعلان کرا دیا۔ بات بگڑ گئی حضرت باب کا باندھا ہوا منصوبہ خاک میں ملگیا۔ لوگوں میں ہیجان ہوا اور حمزہ میرزا والی خراسان نے ملا حسین کو گرفتار کرا لیا۔

ملا علی اصغر نیشاپوری نے اپنے طرز عمل سے توبہ اور باب کے عقیدہ سے برات کی اور چھوٹ گئے۔

ملا عبد الخالق شیخی نظر بند ہوئے۔ ملا محمد علی بارفروشی خفیہ طور پر مشہد سے نکلے اور اپنے گھر کا راستہ لیا۔

اس طرح حضرت باب اور ان کے ہواخواہوں کی حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

بہائی لوگ حضرت امام مہدیؑ کے علامات ظہور کا اکثر انکار کرتے اور کبھی دور از کار تاویلات سے اُن کے معانی میں تبدیلی کرتے ہیں۔ وہ اُنکی سلطنت کو روحانی سلطنت اور اُن کے اقتدار کو معنوی اقتدار بتلاتے ہیں۔

لیکن مذکورۂ بالا واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت باب خود حضرت امام مہدی کے علامات ظہور کو اُن کے ظاہری معنی پر محمول سمجھتے اور حتی الامکان اپنے لئے اُن کے حاصل کرنے میں کوشاں تھے۔

وہ سمجھتے تھے کہ خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا آنا امام مہدی کے ظہور کی بڑی علامت ہے اور اس لئے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اپنے اصحاب کو خراسان میں بھیجکر اس علامت کو پورا کریں۔

مگر افسوس ہے کہ مذکورۂ بالا صورت حال نے اس مقصد کو پورا نہونے دیا اور اس طرح حضرت باب کی مہدویت میں یہ ایک بہت بڑی کمی رہ گئی۔

کچھ دن کے بعد خراسان میں بغاوت ہوئی اور حالات میں اضطراب پیدا ہوا۔ ملا حسین کو موقع غنیمت معلوم ہُوا اور کسی طرح قید سے نکلکر رو بفرار ہوے۔ نیشا پور کہ جہاں ملا علی اصغر کے پہلے اعلان سے فضا کچھ موافق ہوچکی تھی وہاں جاکر آپنے کچھ لوگوں کو اپنے سے متفق کیا اور سبزوار، سبزوار سے میامی کی جانب روانہ ہوئے۔

میامی پہونچکر وہاں کے لوگوں کو آپ نے ہموار کرنا شروع کیا اور حضرت مہدیؑ کے انتظار اور شوق ظہور اور پھر عوام کی جہالت سے فائدہ اُٹھا کر آپ نے چھتیس آدمیوں کو وہاں کے اپنے سے متفق کر کے عام دعوت و تبلیغ کی ہمت باندھی۔

میامی کی عام خلقت کو جو اطلاع ہوئی تو حالات نے ناگوار صورت اختیار کی۔ ملا حسین بھی جو اپنے ساتھ ایک کافی جمعیت کو ہمراہ دیکھ رہے تھے برسرپیکار ہوئے مگر نتیجہ میں شکست فاش اُٹھائی۔ اور چند آدمی اپنی طرف کے نذر تیغ کرانیکے بعد وہاں سے رخصت ہوئے اور شاہرود و بسطام میں بھی ناکامی سے دوچار ہونیکے بعد مازندران کا رخ کیا۔

کارخانۂ شریعت سازی

یا

اجتماع بدشت

بابی مذہب کی تاریخ میں مذہبی و تاریخی دونوں حیثیتوں سے بدشت کے واقعہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ خراسان میں ناکامی کے بعد ملا محمد علی بارفروشی ملقب بقدوس سراسیمہ و مضطرب مازندران روانہ ہوئے تھے۔

حضرت قرۃ العین جو اپنے چچا شہید رابع ملا محمد تقی کے واقعۂ شہادت

کے بعد طہران گئی تھیں طہران سے ملا حسین بشرویٰ کے خط پر خراسان کے ارادہ سے چلیں۔ میرزا حسین علی مازندرانی ملقب بہا بھی ایک کافی جمعیت کے ساتھ طہران سے روانہ ہوئے کہ ان لوگوں سے ملحق ہوں۔

"بدشت" لبطام کے قریب ایک فرسخ کے فاصلہ پر ایک سرسبز میدان ہے، وہاں ان لوگوں کا اجتماع ہوا۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ جتنے سرگروہ بابی جماعت کے تھے وہ سب اس منزل پر مجتمع ہوئے اور عوام کا بھی کافی مجمع تھا۔

صحرائے بدشت کے واقعہ کی تاریخ انتہائی تاریک ہے اور بہائی حضرات بھی باوجود انتہائی پردہ پوشیوں کے اس واقعہ کے نمایاں پہلوؤں کو مخفی نہیں کر سکے ہیں جتنے مذہب باب وبہار کی حقیقت بالکل طشت از بام ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کہاں تک اصلیت و واقعیت ہے۔

چنانچہ ہم اس واقعہ کو کسی مخالف کتاب سے نقل کرنے کے بجائے خود بہائی حضرات کے یہاں کی مستند تاریخ "کواکب الدریہ" سے جو ان کے مذہب کے بڑے مبلغ اور روح و رواں آقا میرزا عبد الحسین آوارہ کی لکھی ہوئی اور حضرت عبد البہاء کے نظر سے گذری ہوئی بلکہ اصلاح دی ہوئی اور ترمیم کی ہوئی اور حضرت ولی امر اللہ شوقی آفندی کے حکم سے طبع شدہ ہے نقل کرتے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف آوارہ بعد میں بہائی مذہب سے دستکش ہو گئے تھے اور انہوں نے بہائی مذہب کی رد میں اپنی معرکہ آرا کتاب "کشف الحیل" تین جلدوں میں لکھی جس نے مذہب بہائیت کی رگ حیات کو علمی دنیا میں ہمیشہ کے لئے قطع کر دیا ہے اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ کتاب "کواکب الدریہ" کے مندرجہ تاریخی واقعات جن سے بہائی مذہب کی حقانیت کا کچھ ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے وہ سب عبدالبہا اور اُن کے حوالی وموالی اصحاب کی کارستانی اور قلم فرسائی کا نتیجہ ہیں جو میرے نام سے شایع کئے گئے ہیں اسلئے وہ تاریخ جہاں تک بہائی مذہب کے لئے مفید پہلو رکھتی ہو، کسی حیثیت سے مستند نہیں رہ گئی ہے مگر اس تاریخ کے وہ واقعات جو بہائی مذہب کے خلاف کسی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوں وہ یقیناً اُنکی حقانیت کے زور پر نظر کرتے ہوئے سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل ہیں اسلئے کہ مذکورہ واقعات کے اس تاریخ میں درج ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طرح ناقابل اخفا تھے کہ ایسی کتاب میں بھی وہ نظر انداز نہیں کئے جا سکے۔ کواکب الدریہ کا یہ اقتباس جو صحرائے بدشت کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے مصنف کتاب مذکور نے اپنی کتاب کشف الحیل میں درج کیا ہے اور اُس کے قبل جو تمہید لکھی ہے وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ہم اُس کو من وعن درج کرتے ہوئے پھر اپنے خیالات کو جو اُسکے متعلق ہیں پیش کریں گے۔

ملاحظہ ہو کشف الحیل ج ۲ صفحہ ۶۳

باآنکہ نگارندہ در موقع تالیف
تصنیف کتاب "کواکب الدریہ فی
ماثر البہائیہ" بقدری در بین اہل
بہاء مشار بالبنان و مورد اطمینان بودم کہ بقول
بعضی از آنہا گرد چمدان آوارہ را
برائے تبرک می بردند و بدیہی است
درآن موقع اگر بے عقیدہ بہ بہائیت
ہم می شدم ممکن نمی شد کہ لکہ ہائی
تاریخی بر ایشان در کتاب بگذارم
و اگر میگذاردم ناچار آنہا بہ شست
و شوی آن مبادرت می کردند چنانچہ
کردند یعنی ہزاران قضیہ مسلمہ تاریخی
را کہ محل تردید نبود از تالیف من
برداشتند بعنوان اینکہ صلاح امر نیست
و صدہا دروغ بجایش گذاشتند
بعنوان اینکہ حکمت اقتضا دارد کہ

باوجودیکہ مین کتاب کواکب الدریہ فی
ماثر البہائیہ" کی تصنیف کے زمانہ مین اس درجہ
بہائی جماعت مین معزز اور محل اعتماد تھا
کہ بقول بعض بہائی حضرات کے میرے
صندوقچہ کے اوپر کی گرد وہ لوگ تبرک
کے طور پر لیجاتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ اس
حالت مین اگر مین بہائیت کے متعلق بے
عقیدہ بھی ہوتا تو میرے لئے یہ کسی طرح
نہیں ممکن تھا کہ اپنی کتاب مین تاریخی
دھبے اُن کے دامن پر رکھدون اور
اگر مین ایسا کرتا بھی تو وہ لوگ فوراً ان
دھبون کے چھڑانیکی فکر کرتے چنانچہ ہوا
ایسا یعنی ہزارون مسلمہ تاریخی واقعات
جو قابل انکار نہ تھے میری کتاب سے
نکالدیئے گئے یہ کہکر کہ مصلحت نہین ہے
اور سینکڑون غلط باتین اُنکی جگہ پر رکھ

اینہا نوشتہ شود ۔ معذلک کلیۂ
اینک با مراجعہ نظر می بینیم باز حقائقے
از قلم جاری شدہ و در ہماں کتاب
ثبت گشتہ و عباس آفندی ہم باہمہ
زرنگیہائیش و با اینکہ چندین دفعہ آں
کتاب را خواندہ و قلم اصلاح در آں نہادہ
باز بر خورد نکردہ و آں مسائل برائے
استدلال کنونی ما باقی ماندہ و اینجا
است کہ باید گفت یا آوارہ ذرنگارش
آں کتاب بیدار نبودہ یا خدا بہائیان
در آنموقع خوابش بردہ بودہ است
واں ہذا لشئی عجاب و از جملہ آنہا
قصیہ بدشت است کہ اینک عیناً
از کواکب الدریہ نقل می شود۔
(صفحہ ۹۴) نقل از کواکب الدریہ صفحہ ۱۲۷
در سال ۱۲۶۴ کبار اصحاب باب
یکصا حبہ فہمی دیک اجتماع و کنگا ش

دی گئیں یہ کہکر کہ حکمت کا اقتضا یہی ہے۔
باوجود اسکے اب جو مین کتاب پر نظر ڈالتا ہون
تو معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی کچھ حقائق ایسے
ہین جو قلمبند ہو گئے ہین اور اُس کتاب میں
مندرج ہوے ہین اور عباس آفندی
باوجود بہت تمام عیاریون کے اور باوجود کچھ
چند مرتبہ اُس کتاب کو پڑھا تھا اور اس
کی اصلاح و ترمیم کی تھی پھر بھی ان مطالب
پر متوجہ نہیں ہوے اور وہ مطالب اب
اسوقت ہمارے استدلال کرنے کیلئے موجود
ہین۔ اور اس لحاظ سے یا تو یہ کہا جائے کہ
آوارہ اُس کتاب کی تحریر کے وقت بیدار
تہا یا بہائیون کا خدا اُس موقع پر خواب
غفلت مین محو ہو گیا تہا۔ بہرحال یہ تعجب
انگیز ضرور ہے۔ اُنہی مضامین میں سے
ایک بدشت کا واقعہ ہے جو اس موقع پر
بجنسہٖ کواکب دریہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

فوق العادہ ای در دشت بدشت گردیدہ
اند کہ موضوع عمدہ آن دو چیز بودہ
یکی چگونگی نجات و خلاصی نقطۂ
اولی (باب) و دیگر در تکالیف
دینیہ و اینکہ آیا فروعات اسلامیہ
تغییر خواہد کرد یا نہ مجمل ازین قضیہ آنکہ
چون اصحاب از طہران بجانب خراسان
رہ فرسا شدند یک دستہ بریاست
قدوس و باب الباب از جلو و
دستۂ دیگر بریاست بہاء اللہ و
قرۃ العین از عقب میرفتند و بشت
بدشت رفتند تا بدشت بدشت رسیدند
در آنجا چادر ہا زدند و خیمہ ہا برپا
کردند و بدشت محل خوش ہوائی است
کہ واقع شدہ است بین شاہرود
خراسان و مازندران و نزدیک است
بمحلی کہ آنرا ہزار جریب می گویند

ملاحظہ ہو کواکب الدریہ صفحہ ۱۲۷

سنہ ۱۲۶۴ھ میں حضرت باب کے اصحاب نے
ایک بہت بڑی اور غیر معمولی مجلس
مشاورت میدان بدشت میں منعقد
کی جس میں موضوع گفتگو دو باتیں تھیں
ایک یہ کہ حضرت نقطۂ اولی (باب)
کے رہائی و نجات کی کیا صورت ہو سکتی
ہے دوسرے مذہبی احکام و تکالیف
کی تعیین اور یہ کہ اسلامی احکام میں تبدیلی
کیجائے یا نہیں۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ
ہے کہ جسوقت اصحاب طہران سے خراسان
کی سمت روانہ ہوے ایک جماعت قدوس
اور باب الباب کی سرگردہی میں آگے
اور ایک جماعت بہاء اللہ اور قرۃ العین
کی سرگردہی میں اُنکے پیچھے جارہی تھی
دشت بدشت یعنی میدان بمیدان یہ
لوگ گئے یہانتک کہ ”بدشت“ کے

اگرچہ اخبار تاریخیہ در بسیاری از
مسائل بدشت ساکت است و
افکار ناقلین درانموضوع متشتت
ولی قدر مسلم اینست کہ عمدۂ مقصد
اصحاب درین اجتماع و کنگاش در
موضوع آن دو مطلب بودہ کہ ذکر
شد چہ از طرفی باب الباب بماکو
رفتہ محبوسیت نقطۂ اولی را دیدہ آرزو
می نمود کہ وسیلۂ نجات حضرتش فراہم
شود و نیز قرۃ العین در این اواخر باب
مکاتبہ با باب گشودہ ہموارہ مراسلہ
مینمود و از توقیعات صادرہ از ماکو
چنین دانستہ بود کہ وقت حرکت و جنبش
است خواہ برای تبلیغ و خواہ برای
انجام خدمات دیگر و در ہر صورت
خاموش نباید نشست و اما بہاء اللہ
مکاتبہ شان با باب استمرار داشت

دشت مین پہونچے۔ وہان جہولداریان
تانی گئین اور خیمے لگادیے اور وہین
قیام کیا۔ یہ "بدشت" ایک پر فضا مقام
شاہرود۔ خراسان۔ مازندران کے
وسط مین واقع ہے اور نزدیک ہے اُس
مقام سے جسکو ہزار جریب کے نام سے یاد
کیا جاتا ہے۔ تاریخی بیانات بدشت
کی بہت سی باتون کے متعلق خاموش
ہین اور مورخین کے خیالات اس بارے
مین منتشر۔ مگر جتنی بات کہ یقینی ہے
اور مسلمہ حیثیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ
زیادہ تر اصحاب کا مقصد اس اجتماع اور
مشاورت سے اُنہی دو باتون سے متعلق تہا
جنکا تذکرہ کیا گیا اس لئے کہ ایک طرف
باب الباب ماکو گئے تہے اور حضرت
باب کی قید و بند کو اپنی آنکھ سے دیکھ
آئے تہے اور چاہتے تہے کہ کسی طرح آنحضرت

وچنانکه اشاره شد وبشود اکثر از اصحاب
پایهٔ قدرش را برتر از ادراک خود میشناختند
ومی شناختند ومشاورهٔ با حضرتش
را در هر امر لازم تر از همه چیز می شمردند
واز طرف دیگر اکثر تکالیف مبهم وامور
درهم بود بعضی امر جدید را امری مستقیم
وشرعی مستقل می شناختند بعضی
دیگر از تابع شرع اسلام در جزئی
وکلی می دانستند وحتی تغییر در مسائل
فرعیه نیز جائز نمی شمردند وبسیاری
از مسائل واقع می شد که تباین وتخالف
کلی در انظار پیدا می شد وغالباً
قرة العین را حکم کرده جواب کتبی
یا شفاهی از او گرفته قانع می شدند
او نیز هر چند در ابتدا استقلالاً جواب
میداد ولی بعد از تشرف بحضور
بهاء الله بدون مشورت با ایشان

کے نجات کی صورت فراہم ہو نیز قرۃ العین
نے بھی اس طرف بسلسلہ مراسلت حضرت
باب کے ساتھ قائم کر رکھا تھا اور ان کو سے
آئے ہوئے خطوط سے معلوم ہوتا ہے
کہ وقت اپنی جگہ سے حرکت کرنے کا ہے
خواہ تبلیغ کیلئے اور خواہ دوسرے قسم کے
خدمات انجام دینے کیلئے بہر حال چپ
بیٹھنے کا موقع نہیں ہے۔ پھر بہاء اللہ
کے بھی مراسلت کا سلسلہ حضرت باب سے
سے جاری تھا اور جیسا کہ اسکے قبل اشارہ
ہوا اور بعد بھی ہوگا اکثر اصحاب آپکے درجہ
کو اپنے ادراک سے بلند سمجھتے تھے اور آپکے
مشورہ کو ہر امر میں ضروری خیال کرتے
تھے۔ دوسری طرف بہت سے تکالیف
واحکام مذہبی مبہم اور امور درہم وبرہم تھے۔
بعض لوگ اس جدید مذہب کو براہ راست
ایک مذہب اور مستقل شریعت سمجھتے تھے۔

جوابی نمیداد واقدامی نمی کرد واگرچہ
سر اہم بود بعد از مذاکرہ ومشاورہ
باآن ..... جوابی میداد واقدامی
مینمود. وبعضی از مورخین گفتہ اند
حتی طلب کردن طاہرہ را بطہران
واقدام او بایں مسافرت برائے
مسئلہ بدشت بودہ خلاصہ این واعی
سبب شد کہ اصحاب را درآں گوشہ
فراغت ودشت پرنزہت مجتمع ساختہ
تاآنکہ در صفحہ ۱۲۹ کواکب الدریہ مطلب
باینجا میرسد پس درباب نجات باب
تصمیم گرفتند کہ مبلغین باطراف بفرستند
واحباب را دعوت بزیارت کنند کہ
ہر کسی برائے زیارت حضرت ما کو
سفر کند وہر کس راہرچہ مقدور ست
بردارد وما کو را محاصرہ کند(؟) واز آنجا
نجات حضرت باب را از محمد شاہ طلبند

بعض لوگ اسکو تمام جزئی وکلی امور مین شریعت
اسلام کا تابع سمجھتے تھے اور اسلام کے فروعی
مسائل مین تبدیلی کو بھی جائز نہ جانتے تھے۔
بہت سے مسائل مین انتہائی اختلاف پیدا
ہوتا تھا اور اکثر قرۃ العین کو حکم بنا کر انسے
زبانی یا تحریری جواب حاصل کیا جاتا
تھا۔ وہ بھی اگرچہ شروع مین بذات خود
جواب دیا کرتی تھین لیکن حضرت بہاءاللہ
کی ملاقات سے شرف اندوز ہونیکے بعد اُسے
بغیر آپ کے مشورہ کے کچھ جواب نہ دیتی
تھین اور کوئی اقدام نہ کرتی تھین۔
اور چاہے خفیہ طور سے ہو مگر آپ سے تبادلہ
خیال اور مشورہ کے بعد کچھ جواب دیا کرتی
تھین بعض مورخین نے تو یہ کہا ہے کہ
حضرت طاہرہ کو قزوین سے طہران
کی طرف بلوایا جانا اور اُن کا اس سفر پر
آمادہ ہونا یہ بدشت ہی کے مسئلہ کیلئے تھا

اگر اجابت شد فبہا والا بقوہ اجبار
حضرت باب را از حبس بیرون
آورند ولی حتی المقدور بکوشند کہ
امر بتعرض وجدال وطغیان وعصیان
با دولت نکشد وچون این مسئلہ خاتمہ
یافت واز تصویب گذشت پس
در موضوع احکام فرعیہ سخن رفت
بعضی را عقیدہ این بود کہ ہر ظہور
لاحق اعظم از سابق است وہر خلفی
اکبر از سلف وبر این قیاس
نقطہ اولے اعظم است از
از انبیائے سلف ومختار
است در تغییر احکام
فرعیہ۔ بعضی دیگر معتقد
شدند کہ در شریعت اسلام تصرف
جائز نیست وحضرت باب مروج
ومصلح آن خواہد بود وقرۃ العین

مختصر یہ اسباب تھے جنہوں نے اصحاب
کو اس گوشہ فراغت اور میدان پر فراہم
مجتمع ہونے کی دعوت دی۔

صفحہ ۱۲۹ کواکب الدریہ

حضرت باب کی رہائی کے سلسلہ میں یہ
بات قرار پائی کہ مبلغین تمام اطراف میں
بھیجے جائیں اور تمام بابی جماعت کے لوگوں
کو جہاں بھی ہوں دعوت دی جائے کہ ہر
شخص حضرت باب کی زیارت کے لئے
"ماکو" کی سمت روانہ ہو اور جو کچھ سامان اور
اسباب جس سے ممکن ہو اپنے ساتھ لیتا جائے
اور اس طرح ماکو کو اپنا مرکز بنائیں اور مجموعی
حیثیت سے پھر حضرت باب کی رہائی کا
شاہ ایران محمد شاہ سے مطالبہ کریں اور
اگر حکومت اسکے پورا کرنے پر آمادہ نہو
تو زبردستی حضرت باب کو قید خانہ سے
باہر نکالا جائے لیکن جہانتک ممکن ہو کوشش

از قسم اول بوده اصرار داشت که
باید بعموم اظهار شود وهمه بفهمند که
باب دارای مقام شارعیت است
وحتی شروع شود ببعضی تصرفات و
تغییرات از قبیل افطار صوم رمضان
وامثالها واگرچه قدوس هم مخالف نبود
ولی جرأت نداشت این رای را
نماید زیرا هم خودش در تعصبات
اسلامیه قوی بود وبسهولت نمی
توانست راضی شود که مثلاً صوم
را انکار کند وهم توهم از دیگران
داشت که قبول نکنند وتولید نفاق و
اختلاف گردد۔ ولی قرة العین
میگفت این کار بالاخرة شدنی
است واین سخن گفتنی پس
هرچه زودتر بهتر تا هر
کس رفتنی است۔

کرین کہ جنگ وجدال اور شورش وبغاوت
کی نوبت نہ پہونچے۔ جب یہ مسئلہ ختم ہوگیا اور
ایک محتتم فیصلہ تک پہونچ گیا تو احکام مذہبی
کے مسئلہ مین سلسلہ گفتگو شروع ہوا بعض
کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر بعد والا ظہور اپنے قبل
والے ظہور سے افضل ہوتا ہے اور اس
لحاظ سے حضرت باب اپنے پیشرو تمام انبیاءٔ
سے افضل ہین اور انکو اختیار ہے فروعی
احکام کے تبدیل کرنے کا۔ دوسرے
لوگون کا عقیدہ یہ تھا کہ شریعت اسلام مین
تصرف جائز نہین ہے اور حضرت باب
مروج اور مبلغ اسکے ہین اور بس۔
قرة العین پہلی جماعت مین داخل تھین
اور زور دیتی تھین اس پر کہ تمام لوگون
مین اعلان کیا جائے اور سب کو بتلا دیا
جائے کہ حضرت باب شارعیت کا درجہ رکھتے
ہین بلکہ بعض احکام کے تبدیلی کا بھی اعلان

برود و هر کس مانده
و فدا کار است بماند -
پس روزی قرة العین این مسئله
را طرح کرد که بقانون اسلام ارتداد
زنان سبب قتل ایشان نیست بلکه
باید ایشان را نصیحت و پند داد
تا از ارتداد خود برگردند و باسلام
بگرانید - لهذا من در غیاب قدوس
این مطلب را گوشزد اصحاب میکنم
اگر مقبول افتاد مقصد حاصل و الا
قدوس سعی نماید که مرا نصیحت کند که
ازین بے عقلی دست بردارم و از کفری
که شده برگردم و توبه نمایم این رای
نزد خواص پسندیده افتاد و در مجلسی
که قدوس بعنوان سرور حاضر نشده
و بهاء الله هم تب و زکامی عارض شان
شده بوده از حضور معاف بودند

ہو جائے جیسے ماہ رمضان میں روزہ کا
حکم کی برطرفی وغیرہ۔ قدوس ہی اگرچہ مخالف
نہ تھے لیکن انکو اتنی جرأت نہ تھی کہ اس
رائے کے موافق ہوں اس لئے کہ ایک
تو خود اسلامی تعصب میں سخت تھے اور
ذرا آسانی سے راضی نہو سکتے تھے
کہ مثلاً ماہ رمضان کے روزوں کا انکار کر دیں
دوسرے انکو ڈر تھا کہ عام لوگ اسکو
قبول نہ کریں اور کہیں خود اس جماعت
میں اختلاف و افتراق پیدا نہو جائے
لیکن قرة العین کہتی تھیں کہ آخر
میں یہ ہونا ہے اور ضرور اس کا اظہار
کرنا پڑیگا تو پھر جتنا جلد ہو اتنا ہی بہتر
تاکہ جو لوگ جانیوالے ہیں وہ چلے جائیں
اور جو لوگ رہنے والے ہیں اور سچے
فدائی ہیں وہ رہ جائیں - آخر ایک دن
قرة العین نے یہ مسئلہ پیش کیا کہ مذہب

قرة العین پردہ برداشت و حقیقت
مقصود را گوشزد اصحاب نمود ہمہمہ
در میان اصحاب افتاد بعضی تمجید
نمودند و برخی زبان بتنقید گشودند و
نزد قدوس رفته شکایت نمودند۔
قدوس بچرب زبانی و مہربانی ایشان
را خاموش کرد و حکم فاصل را موکول
بملاقات طاہرہ (قرة العین) و
استطلاعات از حقیقت فرمود و
بعد از ملاقات قرارداد اخیر این
شد که قرة العین این صحبت را تکرار
کند و قدوس را بمباحثه بطلبد و
قدوس در مباحثه مجاب و ملزم گردد
لہذا روز دیگر چنین کردند و چنان
شد که منظور بود اما با وجود الزام و
افحام قدوس باز ہمہمه و دمدمه
فرو ننشست و حتی بعضی از آن سر

اسلام میں عورتوں کا مرتد ہونا سبب قتل
نہیں ہے بلکہ اُن کو نصیحت اور رہنمائی
کرنا چاہیے تاکہ ارتداد کو چھوڑ دیں اور پھر
اسلام کی طرف واپس آئیں۔
لہذا میں قدوس کی عدم موجودگی میں
اس امر کو اصحاب کے گوشزد کروں اگر تمام
لوگوں نے قبول کر لیا اور راضی ہو گئے تو
مقصد حاصل ہے اور اگر بےچینی پیدا ہوئی اور
عام طور سے اختلاف کیا گیا تو قدوس مجھ کو
بلا کر نصیحت کریں کہ میں اس حماقت سے
باز آؤں اور اس کفر سے توبہ کروں۔ یہ
رائے تمام حضرات کو بہت پسند آئی اور ایک
جلسہ میں کہ جب قدوس دردسر کے بہانہ
سے موجود نہ تھے اور حضرت بہاء اللہ بخار
کھانسی میں مبتلا تھے اس لئے جلسہ میں
شریک نہ ہوسکے تھے قرۃ العین نے پردہ
اُٹھا دیا اور مقصد اصلی اصحاب کے گوشگذار

زمین رخت بر بستند و چناں رفتند کہ دیگر بر نگشتند۔

کیا مجمع میں ایک غل پڑ گیا کچھ لوگ اس خیال کی تعریف کرتے تھے کچھ لوگ مخالفت پر آمادہ تھے اور اُنہوں نے قدوس کے پاس جاکر شکایت کی۔ قدوس نے اپنی پیچ دار تقریر سے اُنکو خاموش کیا اور فیصلہ کو حضرت طاہرہ کی ملاقات اور دریافت حال پر محول کیا۔ طاہرہ سے ملاقات کے بعد آپس میں قرارداد یہ ہوئی کہ قرۃ العین اپنی تقریر کو قدوس کے سامنے دُہرائیں اور قدوس کو مناظرہ کی دعوت دیں اور اُس مناظرہ میں قدوس قائل ہو جائیں اور اپنی شکست کا اقرار کرلیں چنانچہ دوسرے دن ایسا ھی کیا گیا اور جو منظور تھا وہ پورا ہوا لیکن باوجود اس صورت حال کے پھر بھی جوش مخالفت کا کم نہیں ہوا یہاں تک کہ بعض اصحاب تو اُسی سرزمین سے روانہ ہو گئے اور ایسے گئے کہ پھر واپس نہیں آئے"۔

یہ واقعہ جو خاص بہائی مذہب کی تاریخ سے درج کیا گیا ہے۔ زیادہ تبصرہ کا محتاج نہیں ہے۔

دنیا میں کوئی مذہب جو اپنی شریعت کو آسمانی قرار دیتا ہو اپنی شریعت اور احکام مذہبی کی قرارداد کے لئے اس طرح کی ساز باز اور کسی مخصوص جماعت کی حیلہ پردازی و طبع آزمائی کے اتہام کو گوارا نہیں کرسکتا چہ جائے کہ خود اس کا اعتراف کرنا۔ یقیناً وہ شریعت اور وہ احکام جو اس طرح کی شکست و ریخت کا نتیجہ ہوں وہ کسی طرح کسی حقانی مذہب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے اور نہ اُنھیں کسی ربانی صداقت

کے پائے جانے کا امکان ہے۔

بیچارے حضرت باب جیلخانہ میں، اُن کو خبر بھی نہیں۔ یہاں خوش اعتقاد اصحاب اُنکی نبوت اور پیغمبری کا ڈھونگ بنا رہے ہیں پھر خود ہی اس مسئلہ میں دست بہ گریباں اور غلطاں و پیچاں ہیں کہ اس نبی پیغمبر کے کچھ احکام بھی ہونا چاہئیں۔ جو شریعت اسلام کے احکام کے ناسخ ہوں یا نہیں اور پھر حضرت قدوس ایسا شخص جو حضرت باب کی حضرت میں باریاب شدہ اور آپ کی ملاقات اور صحبت سے بہرہ مند ہو چکا ہے اور اتنا بڑا درجہ رکھتا ہے کہ اکثر بابی جماعت کے عقیدہ میں کہ جنہیں میرزا جانی مصنف نقطۃ الکاف سا شخص داخل ہے۔ وہ خود قائم کا درجہ رکھتا ہے اُس کو حضرت باب کے مستقل پیغمبر اور صاحب شریعت ہونے میں شبہ ہے اور وہ اسلامی تعصب اس حد تک رکھتا ہے کہ گوارا نہیں کرتا کوئی اسلامی حکم منسوخ ہو۔ اور صرف قرۃ العین جو حضرت باب کی ملاقات سے شرف اندوز بھی نہیں ہوئی ہیں وہ اس بات پر اصرار کر رہی ہیں کہ نہیں جو کچھ ہو اسلامی احکام پر خط نسخ ضرور چلے۔ اور جب مذہبی رہنمایاں کسی طرح اس اعلان پر آمادہ نہیں ہوتے تو یہ چال چلی جاتی ہے کہ وہ لوگ الگ رہیں اور قرۃ العین تنہا اعلان کر دیں۔ اگر لوگوں نے منظور کر لیا تو خیر نہیں تو قرۃ العین کے اوپر مرتد

ہونے کا الزام لگا کر پھر توبہ کرالیجائیگی۔

کیا کہنا اس راست بازی وامانت اور اس مذہبی روحانی طاقت کا جسکے لئے اس قسم کے شرمناک تدابیر سے کام لینے کی ضرورت ہے واقعہ یہ ہے کہ حضرت قرۃ العین کا اتنا اصرار کہ شریعت باب کے احکام اسلامی شریعت کے ناسخ ضرور ہوں ایک خاص رمز اپنے دامن میں مضمر رکھتا ہے۔ جس سے آپکی مذہب بابیہ کیساتھ اس حیرت انگیز دلچسپی کا راز بھی طشت از بام ہوجاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی شادی ہوئی تھی آپکے چچا شہید ملا محمد تقی کے صاحبزادہ ملا محمد امام جمعہ کیساتھ جیسا کہ اس کا تذکرہ سابق میں ہوچکا ہے۔

آپکی حریت پسندی اور مزاج میں غیر معمولی آزادی اور افتاد طبع میں ایک خاص برافروختگی وبیباکی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے تعلقات آپکے شوہر کیساتھ خوشگوار نہ رہ سکے اور آپکے لئے حقوق زوجیت کا ادا کرنا انتہائی بارگراں ثابت ہوا۔

شریعت اسلام کے رو سے آپ کیلئے افتراق حاصل ہونا شوہر سے بغیر طلاق ممکن نہ تھا اور طلاق شوہر کے اختیار میں۔ یہی سبب تھا کہ آپکو حضرت علی محمد باب کے مذہب کا وجود اپنے مشکلات کا واحد حل معلوم ہوا۔ اور آپنے اپنی پوری طاقت اس مذہب کی نشر واشاعت میں صرف کردی اور اپنی نفسانی ونسوانی تمام خصوصیات کو اس مذہب کی حمایت

میں صرف کر دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس مذہب کی عام اشاعت میں حضرت قرۃ العین کے وجود ذی جود۔ آپ کے دلفریب حسن و جمال۔ آپ کی ادبی نکتہ پردازی اور سامعہ نواز خوش بیانی و شیریں گفتاری۔ آپکی اخلاقی شیفتگی و جذابیت، ہر دلعزیزی و ہمہ گیر اُنس و محبت کا جتنا حصہ ہے کسی چیز کا نہیں ہے۔

اس سب کے باوجود اگر حضرت باب کے متعلق یہ طے ہو جاتا کہ وہ صاحب شریعت نہیں ہیں اور صرف اسلامی احکام کے ناشر و مبلغ ہیں تو یقیناً آپ کی تمام محنتوں پر پانی پھر جاتا اور آپ کا مقصد فوت ہوتا۔

اس لئے آپ نے اپنی تمام کوشش اس بات میں صرف کر دی کہ کسی طرح شریعت اسلام منسوخ قرار پائے اور حضرت باب مستقل شریعت کے حامل ثابت ہوں۔

بہت زیادہ کاوش و کاہش کے بعد آپ کو اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی اور آپ نے یہ اعلان کیا کہ شریعت اسلام منسوخ اور اُس کے احکام برطرف ہو گئے ہیں۔

حالانکہ اس اعلان کا نتیجہ بابی جماعت کے لئے اچھا نہ ہوا اور جیسا کہ حضرت قدوس۔ باب الباب وغیرہ روسائے مذہب کو اندیشہ تھا وہی ہوا کہ ایک بہت بڑی تعداد اس بابی جماعت میں کی مخالف ہوگئی اور وہ

کثرت دخون کا بھی باعث ہوئی چنانچہ کواکب الدریہ میں مذکورہ بالا واقعہ کو پورا درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔

۱۲۶۱ھ ولی آنہا کہ طاقت نیاوردہ در رفتہ بودند سبب فساد شدند و جمعی از مسلمین بر حضرات تاختہ ایشان را مضروب و اموال شان را متصرف کردہ آنہا را از آن حدود متواری کردند۔

یعنے وہ لوگ جو اس اعلان کی تاب نہ لاکر علیحدہ ہوگئے تھے وہ فساد کا سبب ہوئے اور مسلمانوں کے ایک مجمع نے بابی حضرات پر حملہ کیا اور ضرب شدید کے بعد اُن کے اموال پر قبضہ کرلیا۔ یہانتک کہ وہ اُن اطراف سے نکلجانے پر مجبور ہوئے"

حضرت علی محمد باب کی رہائی کے متعلق جو رائے قرار پائی تھی کہ مبلغین اطراف میں منتشر ہو کر تمام بابی افراد کو ماکو کی طرف روانہ ہونے کی دعوت دیں اور اس طرح یورش کرکے حضرت باب کی رہائی کا سامان کریں اس مقصد کی تکمیل کے لئے اصحاب مختلف اطراف کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت بہاء اللہ کچھ لوگوں کی معیت میں طہران۔ اور ملا محمد علی بارفروشی ایک جمعیت کے ساتھ مازندران۔ حضرت قرۃ العین کیلئے بہاء اللہ بہت خواہاں تھے کہ وہ آپ کیساتھ رہیں مگر ایک تو قزوین سے قرب کی وجہ سے قرۃ العین کا طہران میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا کہیں

آپکے چچا شہید رابع کے ورثہ اور آپکے شوہر کی طرف سے آپکے خلاف کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے اور دوسرے ملا محمد علی قدوس کو اصحاب کے مجمع میں جو اقتدار حاصل تھا وہ بہاء اللہ کو نہ تھا اس لئے حضرت قرۃ العین کی معیت ملا محمد علی قدوس کے حصہ میں آئی اور ملا محمد علی قدوس آپکے ساتھ ایک ہی اونٹ کے اوپر کجاوہ میں تشریف فرما ہو کر روانہ ہوئے اور بابی جماعت کا ایک شخص جو بطور ساربان اونٹ کی مہار کھینچتا ہوا چل رہا تھا وہ خوش آئند لہجہ میں پرکیف اشعار کیساتھ مترنم تھا جن کا مضمون یہ تھا کہ دو آفتاب یا دو ماہتاب دیکھنا ہوں تو اس کجاوہ پر نظر ڈالو۔

بہائی حضرات کے مذاق میں جمع الشمس والقمر کا ایک نمایاں مصداق یہ واقعہ ہے جس میں آفتاب حقیقت حضرت قرۃ العین کا اجتماع ماہتاب قداست حضرت قدوس کیساتھ ہوا تھا اور اس رابطۂ اتحاد و اجتماع کا زیادہ روشن مظاہرہ اُسوقت ہوا جب ہزار جریب کے ایک گاؤں میں دونوں بزرگ وقت واحد میں ایک ساتھ ایک ہی حمام میں تشریف لیگئے اور اس طرح تجلیات حقیقت کے بیحجاب آئینوں کا تقابل ہوا۔

ہزار جریب کے ظاہر بیں۔ شریعت پسند۔ اشخاص ایسی غیر آئینی کارروائیوں کو برداشت نہ کرسکے اِن لوگوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے مال و اسباب کو غارت کردیا۔

اسکے بعد حضرت قدوس کو قرۃ العین کی ہمراہی میں خطرات کا اندیشہ ہوا اور آپ کی مفارقت گوارا کرکے آپ کو کچھ لوگوں کی معیت میں مازندران کے اطراف وجوانب میں تبلیغ کی غرض سے روانہ کردیا اور خود بارفروش کی جانب روانہ ہوئے۔

بارفروش پہونچکر حضرت ملا حسین باب الباب کی خراسان سے واپسی کی بھی اطلاع ہوئی اور دونوں آدمی اپنے اصحاب کی معیت میں مازندران کی طرف روانہ ہوئے۔

ہر نماز کے بعد باب الباب تقریر کرتے تھے جس میں لوگوں کو ثبات قدم۔ استقلال یا مردی کی ہدائیں فرماتے تھے اور اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ سفر صرف زبانی دعوت وتبلیغ کی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ جہاد کی طیاری منظور ہے۔

"اریم" کے مقام پر جو سواد کرہ کا ایک قصبہ ہے یہ خبر ملی کہ بادشاہ ایران محمد شاہ کا انتقال ہوگیا۔

ظاہر ہے کہ ایسے مواقع باغی جماعتوں کی شورش کیلئے بہترین ہوا کرتے ہیں اسلئے کہ سابق نظم ونسق درہم وبرہم اور جدید انتظام اپنے نوساختہ ہونے کی جہت سے نا استوار ہوتا ہے۔

اکثر بغاوتیں اس وقت میں پورے طور پر کامیاب ہوتی ہیں۔ باب الباب

نے بھی جو اسکے قبل سے شورش انگیز طرز عمل کے محرک رہے تھے اس موقع سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور نماز کے بعد اپنے مجمع کے سامنے ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور مجاہدین اسلام کے کارنامے یاد دلاتے ہوئے حاضرین کو جہاد پر آمادہ کیا اور محمد شاہ کے انتقال کی خبر دیتے ہوئے عام مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ بس یہی موقع جان پر کھیلجانے کا ہے۔ حضرت مہدی کا ظہور ہو چکا، اُنکا وعدہ ہے کہ چند سال میں دنیا اُنکی سلطنت سے معمور ہو گی اور عالم میں اُنکی حکومت کا دور دورہ ہو گا۔ آسمانی بادشاہت آگئی اور فتح وظفر کا دور نزدیک ہے۔ جہاد پر طیار ہو جاؤ۔ جو قتل ہو جائے وہ شہید اور جو زندہ رہے وہ حضرت مہدی کی سلطنت سے بہرہ مند اور لطف اندوز ہو گا۔

یہ تقریر تھی کہ جس سے عوام میں جوش و ولولہ پیدا ہو گیا اور تمام مجمع مارنے مرنے پر طیار ہو گیا اور سب نے بارفروش کا رخ کیا۔

آس پاس کے دیہاتی بہت سے اِن کے ساتھ ہو گئے جس سے تعداد میں کافی اضافہ ہُوا اور اُن لوگوں میں جو شہر کے اندر تھے عام سنسنی پیدا ہو گئی۔ سعید العلماء اور دیگر مجتہدین جو مازندران میں تھے اُنکو خطرہ محسوس ہُوا اور اُنہوں نے حکومت کو اس فتنہ کے سدباب کی طرف متوجہ کیا۔ غالباً نظم حکومت کا انتشار جو بادشاہ کی وفات کے سبب سے تھا اس کا باعث ہوا کہ

حکومت کی طرف سے کوئی خاص توجہ نہیں ہوئی اور بابی جماعت کو پیشقدمی کا موقع ملا، مازندران کے اندر پہونچ گئے اور اہل شہر کے ساتھ کشت و خون کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

اب سعید العلماء نے مجبور ہو کر خود لاریجان کے سردار عباس قلیخاں کو ایک خط لکھکر انتہائی تیزی کے ساتھ مازندران آنے کے لئے تحریر کیا۔ عباس قلیخاں نے ضرورت کا احساس کر کے فوراً اپنے ایک افسر کو تھوڑی سی فوج کیساتھ روانہ کر کے پھر خود اُس طرف کا رخ کیا۔

اِس فوج کے پہونچ جانے سے بابی حضرات کی ہمت پست ہو گئی اور عباس قلیخاں کی معمولی سی تحریک پر ان لوگوں نے مازندران سے نکلجانا منظور کر لیا اور مسلّح سواروں کی حراست میں یہ لوگ مازندان سے باہر پہونچا دئے گئے۔

سابق بادشاہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ناصر الدین شاہ کی تخت نشینی کا زمانہ تھا۔ تمام عمّالِ سلطنت اور ہر صوبہ کے حکام اور بڑے لوگ تاجپوشی کی رسم میں شرکت اور جدید بادشاہ کی تہنیت و مبارکباد کو طہران گئے تھے اِس موقع پر مازندران کے بڑے لوگ اور خود عباس قلیخاں بھی طہران کی طرف روانہ ہو گئے۔

ملّا حسین، باب الباب کو جو یہ خبر معلوم ہوئی تو مازندران سے اپنی نام

واپسی کا افسوس ہوا اور پھر دوبارہ تمام اصحاب کے ساتھ مازندران کا رخ کر دیا۔ اور اُس مقام کو جہاں شیخ طبرسی علیہ الرحمہ کا مزار تھا اپنے قبضہ میں کر کے ایک قلعہ کی صورت میں محفوظ کیا۔

دس دس گز کی بلند برجیاں بنوائیں اور قلعہ کی دیوار کے اوپر ایک چوڑی فصیل طیّار کی اور قلعہ کے گرد ایک گہرا خندق کھدوایا اور برجیوں میں نیچے اُوپر تین درجے سپاہیوں کے لئے بنوائے جہاں سے بندوق کے فائر کئے جا سکیں اسوقت انکی تعداد بھی دو ہزار تک پہونچ چکی تھی اور یہ سب لوگ اُس قلعہ میں قیام پذیر ہوئے۔

تحفظ کے تدابیر مکمل ہو چکے تھے اور ہر طرح سے سامان مہیا کر لیا گیا تھا اطراف وجوانب کے قصبوں دیہاتوں سے جتنا غلّہ ممکن ہو سکا وہ قلعہ کے اندر فراہم کر لیا گیا اور ان تمام طیّاریوں کے ہو جانے کے بعد بڑی جراٗت کے ساتھ مذہب باب کا اعلان کیا گیا اور یہ بشارت کہ ایک سال کے بعد تمام دنیا میں حضرت باب کا دور دورہ ہوگا اور ہفت اقلیم آپ کے زیر نگیں۔

سادہ لوح عوام ان بشارات سے متاثر ہوئے اور سب ایک مجنونانہ جوش سے آپ کی معیّت میں جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت باب کے خطوط بھی برابر پہونچتے تھے جنھیں مخصوص بندگان کیلئے

مخصوص القاب تحریر ہوتے تھے۔ چنانچہ ملا محمد علی مازندرانی حضرت قدوس کے لقب کے ساتھ "حضرت اعلیٰ" اور ملا حسین بشروئی جو باب الباب تھے "سید الشہداء" کے لقب سے مفتخر ہوئے۔

یہ چیزیں وہ تھیں جو اصحاب کے جوش و خروش میں اور اضافہ کرتی تھیں اس قلعہ سازی اور شورش انگیزی کی اطلاع جو حکومت طہران کو ہوئی تو مازندران کے رؤسا اور سرداران قبائل مامور کیے گئے کہ وہ اس فتنہ کا استیصال کریں اور خودسر جماعت کی سرکوبی کا فرض انجام دیں۔

بابی جماعت کی تعداد پورے طور سے معلوم نہ تھی۔ قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ وہاں کے تحفظات کا بھی اندازہ نہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی فوجیں کم تعداد کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجی گئیں اور نتیجہ پسپائی کی صورت میں رونما ہوا۔ اس موقع پر بابی جماعت کی طرف سے جس وحشیت، بربریت اور خلاف انسانیت طرز عمل کا ظہور ہوا ہے وہ بابی مذہب کے دامن پر ایک دھبہ کی صورت سے ہمیشہ نمایاں رہیگا۔ یعنے ان لڑائیوں میں بابیوں نے پرامن دیہات کے لوگوں پر حملہ کیا ہے۔ گھروں میں آگ لگائی ہے۔ ضعیف العمر بڈھوں۔ عورتوں۔ بچوں تک پر رحم نہیں کیا ہے اور اُن کو تہ تیغ کر دیا ہے یہاں تک کہ اکثر دیہاتوں میں ایک متنفس بھی زندہ نہیں چھوڑا ہے۔ اور مکانات کو زمین کے برابر کر کے آبادی کا ویرانہ

بنا دیا ہے۔

یہ واقعات وہ ہیں جن کا بابی مذہب کے مورخ حاجی میرزا جانی کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔

بابیوں کے ان مظالم اور سخت طرزِ عمل کا نتیجہ تھا کہ لوگوں پر انکا ہراس اور زیادہ طاری ہو گیا۔ اور پھر انکی داخلی طاقت کے متعلق بھی لوگوں کے خیالات بہت زیادہ مبالغہ اور افراط کے درجہ پر پہونچ گئے" دو تین مرتبہ حملہ ہوا اور ناکامیاب ہوا۔ ملا حسین باب الباب میدان جنگ میں گولیوں کا نشانہ بنے اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ملا محمد علی قدوس ایک عرصہ تک اپنی جماعت کو خوش آئند وعدوں کے سہارے پر قلعہ میں محصور کئے رہے۔

یہاں تک کہ جو کچھ سامان خور و نوش، جنس و غلہ جمع کیا گیا تھا سب ختم ہوا۔ نوبت گھوڑوں تک پہونچی اور روزانہ ایک ایک گھوڑا مارا جانیلگا اور اُس کا گوشت و پوست و استخوان کچا پکا ہر صورت سے صرف ہونے لگا۔ گھانس پھونس۔ پتیاں۔ کوڑا کرکٹ تک باقی نہ بچا۔

ملا حسین بشروئی کا گھوڑا تک جو زخم کھا کر اُن کے ساتھ مر گیا تھا اور عظمت و احترام کے لحاظ سے دفن کر دیا گیا تھا زمین سے نکال کر نوش جان کیا گیا۔

جب نوبت یہاں تک پہونچی اور حضرت اعلیٰ یعنی قدوس کے وعدے فتح ونصرت اور تسخیر مملکت کے کسی طرح پورے ہوتے نظر نہ آئے تو باقی ماندہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہوا اور حضرت قدوس سے کہا جانے لگا کہ آپ نے کہا تھا اگر تم نے ثبات واستقلال سے کام لیا تو تمہیں فتح ہوگی اور ملک پر تمہارا قبضہ ہوگا۔ ہمنے استقلال دکھلادیا۔ ہماری نصف جماعت جنگ میں کام آئی۔ ہم خود بھوک سے جاں بلب ہیں۔ اب بتایئے کہ کب تک یہاں پڑے رہیں اور اپنی جان سپرد فنا کریں۔

حضرت قدوس کو بھی اپنے وعدوں میں اتنی طاقت نظر نہ آتی تھی کہ وہ اب انلوگوں کے اطمینان کا سبب ہو سکتے۔ نتیجہ یہ تھا کہ فوج کے لوگوں سے امان طلب کی گئی اور خود حضرت قدوس تمام لوگوں کی معیت میں جو اب دوسو جودہ سے زیادہ نہ تھے قلعہ سے نکلکر سرکاری فوج میں آگئے اور اپنے تیئں سردار فوج شاہزادہ مہدی قلی خاں کے حوالہ کر دیا۔ شاہزادہ نے ان لوگوں کو امان دی مگر فوج کے سپاہیوں کے انتہائی جوش نے ان لوگوں کو قتل سے محفوظ نہ رہنے دیا اور سوائے نو آدمیوں کے سب قتل کر دیئے گئے۔ یہ نو آدمی جنمیں حضرت قدوس بھی موجود تھے قید کرکے بار فروش لائے گئے اور ملا محمد علی قدوس کو خود سعید العلماء بار فروشی نے اپنے حکم شرعی سے قتل کرایا اور دوسرے لوگ بھی اسی طرح قتل کیے گئے۔

حاج میرزا جانی "نقطۃ الکاف" میں لکھتے ہیں "ہیں کہ خبر شہادت حضرت قدوس بجب ظاہر بجناب ذکر (علی محمد باب) رسید مدت نوزدہ شبانہ روز گریستند وغذا بسیار کم میل میفرمودند بعد از آن زیارت بجہت حضرت قدوس وسائر شہدا ارفرمودند وآداب زیارت ایشان را در منتہای عزت واحترام مرقوم فرمودہ وخود اوّل کسی بودند کہ آن حضرت را زیارت فرمودند وسیاح کہ یکی از مخلصین ایشاں بود از قبل خود نائب الزیارۃ نمودہ بمازندان فرستادند وفرمودند کہ از تربت مطہرہ ایشاں بجہت من ہدیہ بیاورد واں جناب شرحی بجہت شرافت زیارت آن بزرگواراں فرمودند کہ قریب بوجوب می باشد وفرمودند عنقریب می بینم کہ بقعہ ہائے رفیع بجہت ایشاں بنا نمایند واز اطراف عالم فوج فوج بزیارت ایشاں خواہند آمد"

یہ شہدائے اسلام کے متعلق وارد شدہ احادیث سے یاد کئے ہوئے سبق جو حضرت باب نے اپنے ارادت کیش وعقیدتمند مقتولین کی نسبت بطور پیشینگوئی ارشاد فرمائے تھے آج ۹۰ برس کے قریب زمانہ گذرنے تک تو پورے نہیں ہوئے ہیں لیکن بہائی حضرات کو بہرحال توقع قائم رکھنا چاہئے اور ایمان میں متزلزل نہونا چاہیے۔

یہ ایک خونریز لڑائی تھی جو بابیوں سے "قلعۂ شیخ طبرسی" میں ہوئی ہے اور اس میں ہزاروں آدمی طرفین کے کام آئے ہیں۔ دوسری ایسی ہی خونریز

لڑائی "زنجان" کی تھی جسمیں ملا محمد علی زنجانی ملقب بہ حجت نے ہزاروں آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیکر گورنمنٹ زنجان سے مقابلہ کیا تھا اور ۱۲۶۵ھ میں رجب سے لیکر ذی الحجہ تک چھ مہینہ لڑائی ہوتی رہی جس میں ہزارہا آدمی نذر تیغ ہوئے اور آخر ملا محمد علی کے قتل ہونے پر یہ جنگ بھی ختم ہوئی۔

حضرت علی محمد باب کا توبہ نامہ

استقامت و ثبات قدم کا خاتمہ

اور

بابی مذہب کی حقانیت کا جنازہ

اس طرف تو بابی حضرات اس طرح حضرت نقطۂ اعلیٰ جلّ ذکرہ کی تحریک کیلئے والہانہ شغف کیساتھ جانیں دے رہے تھے اور خود مبتلا ہو کر ہزاروں آدمیوں کی مصیبت اور تلف جان و مال کا باعث ہو رہے تھے اور ادہر خود حضرت اعلیٰ قید و بند کے تکالیف سے عاجز آکر اپنے دعوے سے توبہ کر رہے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ان سختیوں سے نجات پاکر

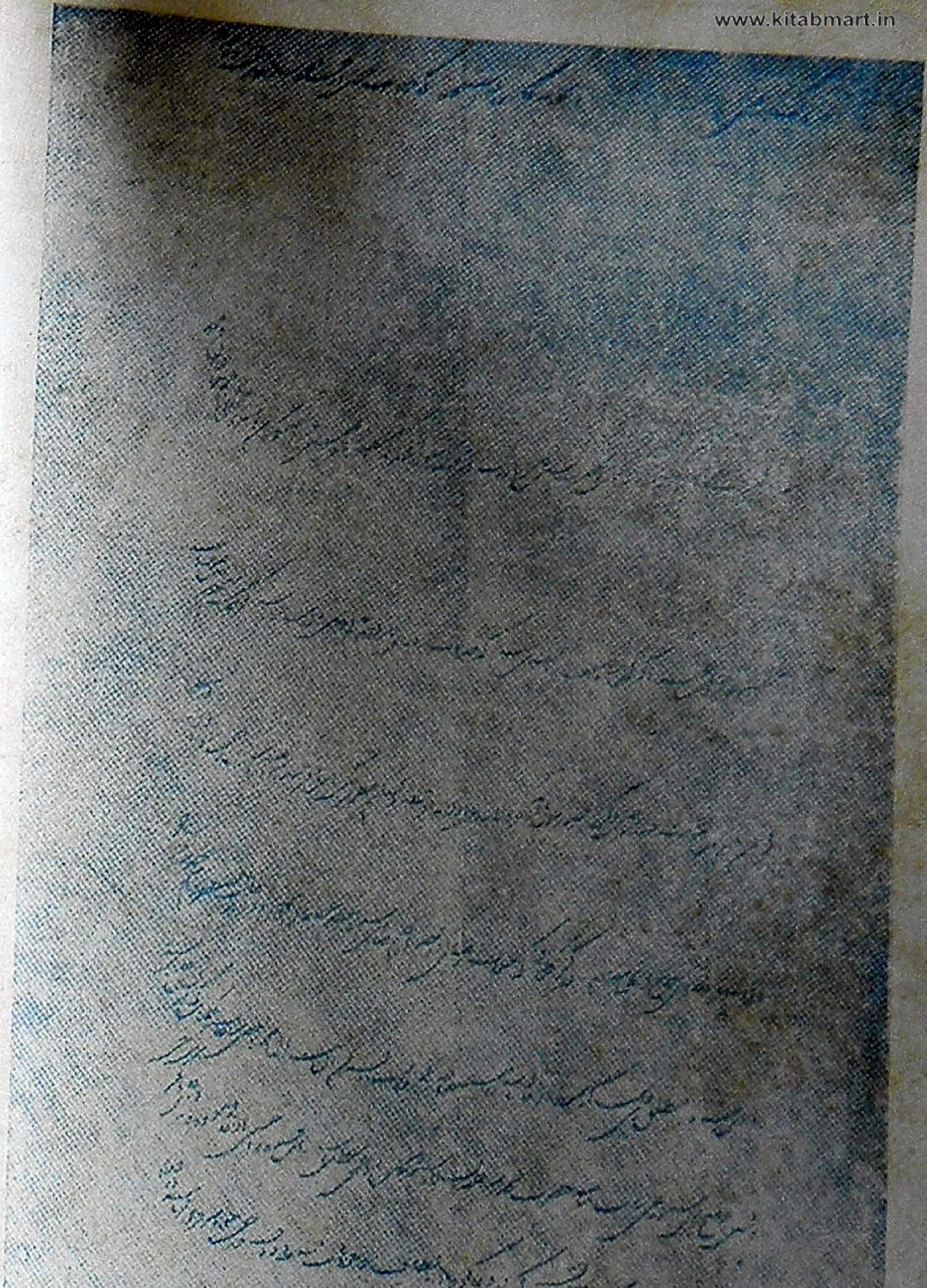
آرام کی زندگی حاصل کریں۔

آپ نے چند مرتبہ زبانی توبہ کرنیکے بعد جس کے واقعات تاریخ میں مندرج ہیں مگر بہائی حضرات کو اُن کے انکار کا موقع حاصل ہے آخری مرتبہ تحریری توبہ نامہ حضور ناصر الدین شاہ میں جو اُس وقت ولیعہد ایران اور صوبہ آذربایجان کے حاکم تھے پیش کیا مگر افسوس کہ علمائے وقت نے اُس توبہ کو منظور نہیں کیا اور لکھا کہ یہ مرتد فطری ہیں اور مرتد فطری کی توبہ قبول نہیں۔

یورپ کے مشہور مستشرق پروفیسر براؤن جنہوں نے اِس قسم کے تحقیقات میں اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کیا تھا اور جنہوں نے خاص طور سے ایران میں بابی مذہب کے متعلق بڑا مستند مواد اور دستاویزات و اصل تحریرات کا ذخیرہ فراہم کیا تھا اُنہوں نے اپنی کتاب

Materials for the study of the Babi religion

کا میں اس توبہ نامہ کا جو سید علی محمد باب کے قلم کا لکھا ہوا ہے اور اُس کے جواب کا جو دوسرے بڑا ورده مجتہدین تبریز کا دستخطی اور مہر شدہ ہے اصلی بلاک شائع کر دیا ہے اور ہم ایڈورڈ براؤن ہی کی کتاب سے جو لکھنؤ یونیورسٹی کے کتبخانہ میں موجود ہے ان دونوں تحریروں کا عکس ناظرین کے مطالعہ کیلئے درج کرتے ہیں اور ہر عکس کے مقابل اُسکی عبارت دوسرے صفحہ پر درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبارت کے پڑھنے اور مطابقت کرنے میں آسانی ہو۔



اصل تحریر توبه نامه سید علی محمد باب

مذکورۂ بالا توبہ نامہ کا جواب

علمائے تبریز کی طرف سے

سیّد علی محمد شیرازی

شما در بزم ہمایوں و محفل میموں در حضور نواب اشرف والا ولیعہد دولت بیزوال ایدہ اللہ و سددہ و نصرہ و حضور جمعی از علمائے اعلام اقرار بمطالب چندی کردی کہ ہر یک یک جداگانہ باعث ارتداد شماست و موجب قتل۔ توبہ مرتد فطری مقبول نیست و چیزیکہ موجب تاخیر قتل شما شدہ است شبہہ خبط دماغ است کہ اگر آن شبہہ رفع شود بلا تامل احکام مرتد فطری بشما جاری شود۔ حررہ خادم الشریعۃ الطاہرہ

مہر دیگر

الواثق باللہ الغنی ابو القاسم الحسنی الحسینی	علی اصغر الحسنی الحسینی

مہر

ترجمہ

سیّد علی محمد شیرازی

تم نے محفل مبارک دربار شاہی میں حضور ولیعہد بہادر اور بعض علمائے

اعلام کی موجودگی میں چند باتوں کا اقرار کیا ہے جنہیں سے ہر ایک مستقل طور سے تمہارے ارتداد کی باعث اور قتل کی موجب ہے۔ مرتد فطری کی توبہ قبول نہیں ہے اور جو چیز کہ ابتک تمہارے قتل میں تاخیر کا سبب ہو رہی ہے وہ خرابی دماغ کا شبہہ ہے کہ اگر یہ شبہہ رفع ہو جائے تو بلا توقف احکام مرتد فطری کے تمہارے اوپر جاری ہوں گے۔ اسکے اوپر دو حضرات کی علمائے تبریز میں سے جہریں ہیں ایک آقا میرزا علی اصغر شیخ الاسلام دوسرے آقا سید ابو القاسم حسینی یہ دونو بزرگ تبریز کے سربر آوردہ مجتہد تھے اور ناصر الدین شاہ نے اپنی ذمہ داری ہٹانے کے لئے علی محمد باب کے توبہ نامہ کو ان حضرات کی رائے پر محول کیا تھا جس کا ان حضرات نے شرعی آئین و اصول کے مطابق مذکورہ بالا عبارت کیساتھ جواب دیا۔

نتیجہ سے بحث نہیں۔ غرض تو یہ ہے کہ حضرت باب کی مذکورہ بالا تحریر نے آپکے ثبات و استقلال کے قدم میں ایسے تزلزل کا ثبوت دیا ہی کہ جس سے آپکے حقانیت کی قبا بالکل تار تار ہو گئی۔ افسوس یہ ہی کہ اس کا کوئی نتیجہ نہوا۔ بات بھی کھوئی التجا کر کے۔

مگر اس جواب سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ابھی تک حضرت باب کے قتل پر آمادہ نہ تھی اور وہ صرف آپ کو مقید رکھنے پر قانع تھی مگر ایک

طرف مازندران و زنجان کی ہولناک لڑائیاں جنمیں ہزاروں آدمیوں
کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا اور جن میں حضرت باب کے سلسلۂ مراسلت کو
دیکھتے ہوئے جو اُن لڑائیوں کے ذمہ دار افراد کے ساتھ قائم تھا یہ امر
قرین قیاس معلوم ہوتا تھا کہ اُنمیں آپ کی تحریک کا اثر پایا جاتا ہے اور
دوسری طرف میدان بدشت کی وہ تجویز کہ تمام اطراف سے بابیوں کے
جتھے ماکو کی طرف جائیں اور وہاں جا کر یورش کریں اور جس طرح ہو علی محمد
کو قید خانہ سے نکالیں اس کا نتیجہ تھا کہ جدید بادشاہ ناصر الدین شاہ
کو جو ولیعہدی کے زمانہ میں حضرت باب کی نفسیت اور اعتقادی حیثیت
کا پورا جائزہ لے چکے تھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس فتنہ و فساد کو فرو
کرنے کے لئے باب کا قتل ہو جانا ضروری ہے۔ وزیر اعظم میرزا تقی
خاں امیر اتابک نے اتفاق کیا اور سلیمان خان افشار کو قتل
باب کے فرمان کیساتھ صوبہ آذربائیجان کے حاکم حشمۃ الدولہ حمزہ میرزا
کے پاس جو بادشاہ کے چچا تھے روانہ کیا گیا۔ حشمت الدولہ نے فرمان
سے مطلع ہوتے ہی علی محمد باب کو قید خانہ سے طلب کیا، اُن کے رفیق
قدیم سید حسین یزدی جو بڑے ارادت کیش صحابی آپ کے سمجھے جاتے تھے آپکے ساتھ تھے
اس خیال سے کہ عوام میں کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ یہ ضروری سمجھا گیا
کہ آپ کا کسی مخفی صورت سے یا تنہائی میں قتل واقع نہ ہو بلکہ منظر عام میں

ہیں ہزاروں آدمیوں کے سامنے آپ کا قتل عمل میں لایا جائے چنانچہ آپ کو سید حسین یزدی کے ساتھ فوجی چھاؤنی میں جو حدود شہر کے باہر تھی بھیجا گیا اور چونکہ عام اعلان کے ہو جانے سے تمام اہل شہر مطلع ہو چکے تھے اسلئے ہزاروں آدمی اس منظر کو دیکھنے کے لئے مجتمع ہو گئے

تبریز کے شہر میں آپکے ماننے والوں میں سے صرف ایک محمد علی نام کا شخص ایسا تھا جس نے آپ کی متابعت کی اور اُس وقت میں بھی آپکے پاس آکر اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور قتل ہونے کے لئے طیار ہوا۔ حالانکہ عین موقع پر سید حسین یزدی نے جو آپ کے خاص آدمی تھے آپ سے کنارہ کشی کی اور آپ کو سخت سست کہتے ہوئے آپ سے علیحدگی اختیار کی مگر محمد علی نے استقامت سے کام لیا اور کسی قسم کے تزلزل کا اظہار نہیں کیا۔

حضرت باب اور اس مرید با اختصاص دونوں شخصوں کو میدان "سرباز خانہ کوچک" میں قیام کرایا گیا۔

یہ ایک چھوٹی فوجی چھاؤنی تھی جس میں توپخانہ بھی تھا اور دو طرف دو لائنیں چھوٹے بڑے پائینی (بالائی) حجروں کی تھیں جنمیں سپاہیوں کا قیام ہوتا تھا۔ چنانچہ دو طرف کی دو دیواروں میں بلندی پر دو میخیں گاڑی گئیں اور اُن میخوں میں ایک زنجیر لگادی گئی اور علی محمد باب اور

اُن کے ساتھی محمد علی کے بازوؤں میں رسیاں باندھ کر اُس زنجیر کے اُوپر کھینچا اور زمین سے تقریباً تین گز کی بلندی پر فضا میں معلق کر دیا گیا اور فوجی سپرنٹنڈنٹ سام خاں نے ایک سیٹی بجائی جسکے ساتھ تمام فوج نے اپنی بندوقیں بطور سلامی کے بلند کرلیں۔ چاروں طرف سنّاٹا چھا گیا۔ لوگ دم بخود ہو گئے۔ دلوں میں دھڑکن اور بدنوں میں لرزہ پڑ گیا۔ پھر فائر کا حکم ہُوا اور آگے والی صف نے اپنی بندوقیں چلائیں۔

اتفاقی حوادث اکثر غیر معمولی صورت سے پیش آجایا کرتے ہیں جو ظاہری طور پر تھوڑی دیر کے لئے تعجب خیز ہو جائیں لیکن نتیجہ کے ظاہر ہونے اور تھوڑی دیر بعد غور کرنیکے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی قسم کی اہمیت نہیں رکھتے۔

فائر ہو اور ایک پوری صف فائر کرے لیکن پہلی گولی جو کسی نشانہ پر جا کر لگیگی وہ ایک ہی ہوگی۔ اب اگر اُس گولی نے خطا کی اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نشانہ اپنے مرکز سے ہٹ کر علحدہ ہو گیا اور احساس نہ ہُوا تو تمام گولیاں بعد کی جو پڑینگی وہ قدرۃً بے اثر ہونگی اور ہونا ہی چاہئیں۔ اس میں نہ اعجاز سمجھا جائے گا اور نہ کرامت۔

بس یونہی سمجھنا چاہئے کہ حضرت علی محمد اور ملا محمد علی دونوں رسیوں سے معلق تھے۔ پہلی گولی جو جا کر پڑی اُس نے تھوڑی خطا کی۔ اوپر سے اُس نے

کو کاٹ ڈالا جس میں حضرت باب معلق تھے نتیجہ ظاہر ہے کہ آپ فوراً زمین پر گر گئے گولیوں کی باڑھ پڑ رہی تھی۔ فضا تاریک دھواں دھار تھی دیکھنے والوں کی نظریں اوپر کی طرف تھیں۔ زمین کا خیال نہ تھا۔ آپ سرک کر فوجی سپاہیوں کے جائے قیام میں سے ایک گوشہ میں جس کے متعلق عام مسلمان مورخین کا یہ بیان ہے کہ وہ بیت الخلا یا اُسکے ملحقات کا کوئی حصہ تھا تشریف لیجا کر مخفی ہو گئے۔ ذرا دیر میں دھواں دور ہوا فضا صاف ہوئی۔ دیکھا گیا کہ محمد علی ختم ہو چکے ہیں لیکن حضرت علی محمد کا پتہ نہیں۔

حیرت۔ تعجب۔ تشویش۔ اضطراب۔ سپاھی سادہ دل۔ ناخواندہ۔ جاہل۔ آدمی ایسا جسے لوگ مھدی موعود، پیغمبر وغیرہ کہرہے تھے۔

صورت حال اتنی نادر۔ حیرت افزا۔ غیر معمولی بس پھر کیا تھا خیالات میں تلاطم ہوا۔ سچا نبی تھا؟ آسمان پر اٹھا لیا گیا؟ خدا نے اپنی قدرت دکھلا کر بچا یا اور نظر خلق سے مخفی کر دیا؟ یہ خیالات دامنگیر ہوئے اور قریب تھا کہ یقینی ہو کر شورش و ہنگامہ کا باعث ہوں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور افسران فوج کو اضطراب دامنگیر ہوا۔

ادہر ڈھونڈھا اُدہر ڈھونڈھا۔ آخر پایا اُس جگہ جس کا ذکر بھی نفرت طبع کا باعث۔ نہ آسمان پر اُٹھا گئے اور نہ زمین میں لیجائے گئے۔ آخر آپ کو پکڑ کر کشاں کشاں باہر لایا گیا۔ فائر کرنے والی رجمنٹ کے افسر "غوچ علی

سلطان" کو آپ کی تلاش میں کاوش زیادہ تھی اور اُس نے آپ کو ڈھونڈھ نکالا
کر پیدا کیا اسلئے آپ کو نکالتے ہوئے اپنا غبارِ قلب بھی آپ کے ساتھ خوب نکالا
اور آپکو سخت ایذا و اہانت کے ساتھ پھر رسّی میں باندھ کر بلند کیا گیا اور دوبارہ
فائر ہوا جس نے آپ کے جسم کو چھلنی کر دیا اور آپ کی روح جسم سے رخصت ہو گئی۔
واقعہ کی نوعیت یہ ہے اور اسکے بعد دیکھنے کے قابل ہے بابی حضرات
کی خوش اعتقادی کہ وہ اس کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے اور اُس کو
حضرت باب کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔
گولی پڑی رسّی پر اور رسّی ٹوٹ کر علیحدہ اور آپ چھپ کر کہیں گوشہ
میں مخفی۔ یہ کون ایسا واقعہ ہے جسے ہم معجزہ یا کرامت کہہ سکیں۔ کاش بابی
تاریخ یا آپ کی کسی لوح سے یہ پتہ ہوتا کہ آپ نے اس واقعہ کے قبل خبر دی
تھی کہ دیکھو مجھے یوں قتل کی کوشش ہو گی اور پہلی مرتبہ ناکامی ہو گی اور اسکے
بعد کامیابی۔ تب بھی خیر ہم تسلیم کرتے کہ یہ آپ کی کرامت تھی۔ لیکن جبکہ
آپ نے کبھی اسکی خبر نہ دی تھی اور نہ اس واقعہ کی طرف کوئی اشارہ کیا تھا تو
کیسے ہم سمجھیں کہ یہ آپ کی کرامت تھی۔
اگر یہی ہوتا۔ یہی ہوتا کہ نجات پانے کے بعد آپ نظرِ خلق سے مخفی
ہو جاتے یا کسی غیر معمولی حیثیت سے اُس وقت کسی دور کی جگہ پر نظر آتے
کہیں دوسرے شہر سے پھر آپکے ہونے کی خبر آتی اور وہاں سے آپ گرفتار

کئے جاتے تو ہم سمجھتے کہ خدا نے آپ کو قتل سے نجات دینا چاہی اور ظالم قتل کرنے والوں سے آپ کو مخفی کر دیا اور اُن کے ہاتھوں سے بچا کر آپ کو دور مقام پر پہونچا دیا اور اس طرح دکھلا دیا کہ میرا یہ بندہ ایسا ہے جس کے قتل سے میں راضی نہیں ہوں لیکن اس اتمام حجت کے بعد بھی جب سرکش بندوں نے نہ مانا تو پھر قدرت نے بھی اُنکی مزاحمت ضروری نہ سمجھی۔

بیشک یہ صورتیں ہوتیں تو کرامت۔ اعجاز وغیرہ جو کچھ بھی کہا جاتا وہ کہنے کے قابل تھا لیکن یہ صورت کہ آپ آنکھ بچا کر نکلے اور وہیں ایک گوشہ میں چھپے اور پھر اُسی وقت اُسی جگہ سے دستیاب ہوئے اور آخر کو پہلے سے زیادہ ذلت و حقارت کیساتھ قتل کئے گئے یہ نہ اعجاز کہلانے کا مستحق ہے نہ کرامت۔

اس کو خدا کی طرف منسوب کرنا خدا کی طاقت و جبروت پر حملہ کرنا ہے۔ اسکے معنی یہ ہوں گے کہ اُس نے اپنے بندہ کو دشمنوں کی شر سے محفوظ کرنا چاہا اور اسکی کوشش کی مگر دشمنوں نے اُسکی کوشش کو ناکام کر دیا اور اُسکی تدبیر کو شکست دیکر اپنے مقصد کو حاصل کر لیا۔

بابی جماعت کا خاص رویہ ہے سادہ واقعات میں مطلب براری کی غرض سے ساخت و ساز کرنا اور واقعات میں اس طرح کی تبدیلی جو ظاہر میں کوئی مذہبی حیثیت نہیں رکھتی مگر بعد میں جب نتیجہ نکالا جاتا ہے

تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کارستانی وسخن سازی اسی نتیجہ کے حاصل کرنے کا پیش خیمہ قرار دی گئی تھی۔

حضرت علی محمد باب کا قتل گورنمنٹ ایران کے حکم سے اور سرکاری طور کے اوپر ہوا تھا اور اس لئے سرکاری کاغذات اور مخصوص روزنامجات میں اسکی تاریخ کا درج ہونا ضروری تھا۔ نیز چونکہ وہ بالکل اعلان کیساتھ ہزارہا آدمیوں کے اجتماع میں واقع ہوا تھا ملک کے عام مورخین کو بھی موقع حاصل تھا کہ وہ اسکی صحیح تاریخ پورے انضباط کے ساتھ اپنے اپنے روزنامچوں میں درج کرلیں۔

یہ ایسی بات نہیں ہے کہ اس میں کسی ادل بدل اور ساخت وپرداخت کے حصول کی گنجائش ہو۔

لیکن افسوس ہے کہ بابی حضرات کے ذوق نیرنگسازی نے اس حقیقت کو بھی مسلم حیثیت پر باقی نہیں رکھا۔

حضرت باب کے قتل کی تاریخ جو تمام سرکاری کاغذات میں درج ہے ۲۷ شعبان ۱۲۶۵ھ ہے سپہر کاشانی کی کتاب ناسخ التواریخ اور ڈاکٹر میرزا محمد مہدی خاں تبریزی کی کتاب "مفتاح باب الابواب" مطبوعہ مصر اور دیگر ایرانی مورخین کے تحریرات بھی اس سے اتفاق رکھتے ہیں مگر بابی حضرات اس مسلمہ" تاریخی واقعہ کے خلاف حضرت باب کے قتل

کی تاریخ ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ یعنی مذکورہ بالا تاریخ میں ایک سال اور ایک دن بڑھا کر پیش کرتے ہیں۔

اب اس کا سبب یا تو فقط شوق جدت طرازی ہے اور یا کہیں روایت میں یہ دیکھ پایا کہ حضرت مہدی اپنے ظہور کے بعد کچھ اُوپر چھہ برس زندہ رہیں گے۔ بس اب فکر پیدا ہوئی۔ اگر ۱۲۶۵ھ میں علی محمد باب شہید ہوئے تو یہ پانچ سال ہوتے ہیں۔ چھہ نہیں ہوتے۔ روایت منطبق نہیں ہوتی۔ جلدی سے تاریخ میں تغیر کر دیا کہ ۱۲۶۵ نہیں ۱۲۶۶ تھے تاکہ روایت منطبق ہو جائے اور آپ کی مہدویت میں کسر باقی نہ رہے لیکن جبکہ مورخین کے بیانات اور سرکاری اندراجات اسکے خلاف ہیں تو اس کارروائی کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی اور نہ یہ کوشش کامیاب ہو سکتی ہے۔

حضرت علی محمد باب قتل ہو گئے اور اب آپ کے اُن اصحاب کو جو آپ کی تحریک کے بڑے مبلغین تھے اپنے لئے خطرہ کا احساس ہوا اور وہ تمام توقعات جو حضرت باب کے ساتھہ وابستہ تھے ختم ہوتے ہوئے نظر آئے۔

اُدھر طبرستان و زنجان میں وہاں کے لوگوں کی ایک عرصہ تک

حکومت کے مقابلہ میں مقاومت اور کئی مرتبہ سرکاری فوجوں کے شکست کھانے نے (اگرچہ نتیجہ میں کامیابی حاصل ہوئی) حکومت کی طاقت سے لوگوں کو بے رعب کردیا تھا اور یہ خیال ہوتا تھا کہ اگر زیادہ قوت سے شورش ہو تو حکومت کو شکست اُٹھانا پڑیگی اسلئے بابی مبلغین نے پھر ایک آخری کوشش اس امر میں کرلینا ضروری سمجھی کہ شاید اب ہم حکومت کا تختہ اُلٹنے میں کامیاب ہوسکیں۔ اور اس غرض کے لئے "انتقام" "انتقام" کا شور اٹھادیا گیا اور علی محمد باب کے خون کی طلب کے بہانے سے لوگوں کو مشتعل کرنا شروع کردیا۔

اس سلسلہ میں بہت سے مقامات پر فتنہ و فساد برپا ہوا جس میں حکومت کو بھی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا لیکن جدید بادشاہ ناصرالدین شاہ باہمت، پُرحوصلہ، پُرجوش دل اور قوت عمل کے مالک ہوتے ہوئے ان مشکلات سے سپر انداختہ نہیں ہوئے اور وہ اس شورش کے فنا کرنے میں پورے طور سے منہمک رہے یہاں تک کہ اس سلسلہ میں آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا جس سے آپ بال بال بچ گئے۔ آخر بابی تحریک ناکام ہوئی شورشوں کا سلسلہ ختم ہوا اور قرۃ العین جواب تمام شورشوں کی سب سے بڑی ذمہ دار تھیں قتل کی گئیں۔ حسین علی بہا، مازندرانی اور اُن کے بھائی مرزا یحییٰ صبح ازل جلاوطن کئے گئے اور دوسرے لوگ جو کوئی خاص

اہمیت نہ رکھتے تھے بعض روپوش ہوئے اور بعض اپنے عقیدہ سے تائب۔ بعض نے جلاوطنی اختیار کی۔ نتیجہ میں ایران کی فضا میں پائدار سکون پیدا ہوا اور ناصر الدین شاہ اپنے مقصد میں کامیاب۔

اسکے بعد سے بہائی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جو حضرت بہاء اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلئے ہم اس دور کو ختم کرتے ہوئے حضرت باب کی تاریخ پر ایک نتیجہ خیز تبصرہ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں جو بہت سی حقیقتوں کا آئینہ بردار اور بہت سی غلط فہمیوں کا بیخ کن ثابت ہو اور جس سے علی محمد باب کے دعاوی کی نوعیت بھی عام افراد کے ذہن نشین ہو سکے۔

حضرت باب کے حالات، خصوصیات اور دعاوی

کے متعلق

ضروری تبصرہ

ہم نے یہاں تک حضرت باب کی تاریخ اور آپ کے دعاوی کی نوعیت پر نظر کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ شروع شروع کوئی وسیع

نظریہ نہ رکھتے تھے اور نہ آپ کے خیالات میں اتنی بلندی تھی کہ آپ کسی مذہب کی بنیاد قائم کرنے کے درپے ہوتے۔

آپ کی علمی استعداد بہت محدود تھی اور وہ ابتدائی حدود سے آگے نہ بڑھی تھی۔ بابی حضرات کا یہ بلند بانگ دعویٰ کہ وہ امی تھے اور کسی سے تعلیم نہ پائی تھی بالکل قابل قبول نہیں ہے۔

افسوس اس کا ہے کہ یہ دعویٰ غیر ذمہ دار افراد تک محدود نہیں ہے بلکہ بہائی مذہب کے نبی مرسل حضرت غصن اعظم عبدالبہا تک یہ فرماتے ہیں کہ "در طائفۂ شیعیان عموماً مسلم است کہ ابدا حضرت در ہیچ مدرسہ تحصیل نفرمودند و نزد کسی اکتساب علوم نکردند و جمیع اہل شیراز گواہی میدہند۔ باوجود ایں بمنتہائی فضل بغتۃً درمیان خلق ظاہر شدند" (یعنی) تمام شیعی جماعت میں عام طور سے یہ بات مسلم ہے کہ حضرت نے کبھی کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں فرمائی۔ اور کسی شخص کے پاس بھی تحصیل علم نہیں کی اور تمام اہل شیراز اسکی گواہی دیتے ہیں۔ باوجود اسکے آپ انتہائی فضل و کمال کیساتھ ایک مرتبہ دنیا میں ظاہر ہوئے۔

(ملاحظہ ہو کتاب "النور الابہیٰ فی مفاوضات عبدالبہا" مطبوعہ لیڈن (ہالینڈ) صفحہ ۲۰)

تمام "طائفۂ شیعیان" کی طرف یہ نسبت دینا کہ

اُنہیں تسلیم ہے کہ حضرت باب نے کسی اکتساب علم نہیں کیا کتنی بڑی جرأت ہے جبکہ شیعہ تو شیعہ خود بہائی جماعت میں یہ مسلّم ہے کہ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے استاد شیخ عابد سے حاصل کی تھی اور خود آپ کی لوح میں یہ ہے کہ یا محمدؐ یا معلمی لاتضربنی فوق حدٍ معین جیسا کہ ابتدائے کتاب میں تفصیل کیساتھ نذر ناظرین ہو چکے۔

رہ گیا یہ کہ آپ نے کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی تو یہ سب کو معلوم ہے کہ عراق اور ایران کی قدیمی مروجہ تعلیم مدارس کی مرہون منت نہیں ہوا کرتی۔ وہاں مدرسہ نام ہے جائے قیام طلاب (بورڈنگ) کا اور بڑے بڑے علماء و مجتہدین کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہیں ہوا کرتے بلکہ پرائیوٹ طور سے تعلیمیافتہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اُن لوگوں کے سامنے جو موجودہ زمانے کے طریقہ تعلیم کو دیکھتے ہوئے انسان کی تعلیم کا ذریعہ مدرسہ میں منحصر سمجھتے ہیں یہ کہنا کہ حضرت باب نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی اور اس سے یہ غلط نتیجہ نکالنا کہ وہ اُمّی تھے اور ظاہری تعلیم سے بے نیاز عوام فریبی نہیں تو کیا ہے۔

پھر یہ سوال کہ آپ نے کسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی یا نہیں؟ یہ تو اس وقت اُٹھانا اچھا معلوم ہوتا جبکہ آپ کا مبلغ علم کسی بلند پایہ پر تسلیم کئے جانے کے قابل ہوتا جیسا کہ حضرت عبدالبہاء نے ظاہر کرنا چاہا ہے کہ "باوجود

این بمنتہائے فضل بعثۃ درمیان خلق ظاہر شد" یعنی باوجود اس کے کہ کہیں تعلیم پائی بھی ایک مرتبہ انتہائی فضل وکمال کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہوئے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے واقعات نیز آپ کے متروکہ باقیات الصالحات یعنے مصنفات والواح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا مبلغ علم متوسط درجہ کے عربی طلاب کی حد تک بھی نہ تھا۔ غیر ازیں محفل میں علماء کا آپ کی تحریر کے پرخچے اڑانا اور لفظی ومعنوی اغلاط کی گرفت کرنا۔ تبریزیہ کی مجلس مناظرہ میں آپ کا ہر سوال کے جواب میں خاموش ہونا اور کسی سوال کے حل سے عہدہ برآ نہ ہونا۔

یہ وہ حالات ہیں جو شہید ہونے کے بعد تاریخ میں مندرج ہوئے ہیں اور واقعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پھر آپ کے مصنفات جو اس بحث کا واحد حل سمجھے جا سکتے انمیں نہ حقائق ہیں نہ دقائق نہ نکات ہیں نہ اسرار۔ نہ معانی ہیں نہ مطالب نہ عمیق مسائل ہیں نہ غامض مطالب۔ نہ انکشافات ہیں نہ تحقیقات نہ اسلوب بیان ہے نہ طرز نگارش۔ مختصر یہ کہ نہ لفظ ہے نہ معنی۔ وہ ایک مجموعۂ کلمات ہے جس میں نہ تسلسل ہے نہ ارتباط۔ نہ دلآویزی ہے نہ دلکشی۔ ہاں ایک حد تک دلچسپی ضرور ہے کہ انکو دیکھکر ہنسی آجاتی ہے

اسی کا نتیجہ ہے کہ بہائی حضرات باوجود اُس شیفتگی کے جو انہیں حضرت باب کیساتھ حاصل ہے اُن کے مصنفات کی نشر و اشاعت کرنے سے گریز کرتے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اُن کے اخفاء میں کوشاں ہیں

ہمیں معلوم ہے کہ حضرت باب کے مصنفات کی نوعیت کیا ہے اور وہ کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

یقیناً بہائی مذہب میں اگر کچھ روحانیت ہے تو اُسے حضرت باب کے تحریرات اور مصنفات کو منظر عام پر لانا چاہئے۔

اُنکی کتاب "البیان" کی اشاعت کریں۔ تفسیر سورہ کوثر۔ مجموعہ الواح وغیرہ کو دنیا میں پیش کریں اور دنیا کو اُن حقائق سے مستفید ہونے کا موقع دیں۔ ورنہ جب تک وہ مصنفات پردۂ خفا میں رکھے جائیں گے یہ دعویٰ کسی طرح مسموع نہیں ہو سکتا کہ حضرت باب بڑے فضل و کمال کے درجہ پر فائز تھے۔

مسلمان علماء میں سے علامہ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء نے اپنی کتاب "الآیات البینات" میں تو جو کلمات حضرت باب کے نقل کئے ہیں وہ اس درجہ مضحکہ خیز ہیں کہ کسی باہوش انسان کی طرف منسوب ہونے کے لائق نہیں ہیں۔

ایک لوح جس کا عنوان ہے "شئون الحمراء" اسمیں ارشاد ہوتا ہے۔

قل انّا جعلناک عزّا اناعزیزا للعاززین قل انّا جعلناک حبیبا حبّانا للحابین - قل انّا جعلناک سلطانا سلیطا للسّالطین - قل انا جعلناک برھانا بریھا للبارھین - قل انا جعلناک سکّانا سکینا للساکنین - قل انا جعلناک جردانا جویدا للجاردین قل انا جعلناک وزرانا وزیرا للوازرین - بارہ صفحہ تک یہی سلسلہ قائم ہے۔

دوسری لوح جو کلمۂ قدیم کے مشتقات سے طیّار ہوی ہے۔

بسم اللہ الاقدم الاقدم القدام القادم القدمان المتقدّم القید وم المقادم ذی القدامین ذی القدمات ذی الاقدام ذی القدومین ذی المقادیم المستقدم المستقدم المتقدّم ذو القدادیم الخ

تیسری لوح مشتق از لفظ جمیل

بسم اللہ الاجمل الاجمل اجمل الجمل ذی الجمالین ذی الجماء ذی الجمالات ذي الجمالین جملان الجمامیل اللّٰہ کان جمیدا جملانا مستجملا جاملا فوق الجمامیل

بے شک بہائی حضرات جو بہائی تعلیم کے مطابق کہ "اندھے بنوتا کہ جمال حق کا نظارہ کرو - بہرے بنوتا کہ صدائے حق کو سن سکو"

اس گرگوشی وکورچشمی کی نعمت سے بہرہ اندوز ہو چکے ہوں وہ ان کلمات کو معجزۂ وکرامت کے کمالات کا مظہر سمجھ کر اپنے ایمان و ایقان میں اور زیادتی محسوس فرمائیں لیکن عام افراد جنہوں نے اپنے عقل و ہوش چشم وگوش کو خیرباد نہیں کہا ہے اُنہیں توان کلمات میں فضل وکمال، علم و ہنر کے جوہر تو درکنار ہوش وحواس اور عقل و خرد کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔

ان حالات کی موجودگی میں اس بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے کہ حضرت باب نے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی۔ ایسا شخص جس کے کلمات میں نہ لطف مضمون ہو نہ حسن الفاظ۔ نہ کوئی معنی ہو نہ کوئی مفہوم اُس نے تعلیم پائی ہو کہیں تو کیا اور نہ پائی ہو تو کیا۔

اس محدود علم کی بنا پر آپ کے خیالات بھی محدود تھے۔ شروع میں آپ اکثر خوش عقیدہ سادہ لوح عوام کی طرح ذکر و عبادت کی طرف راغب ہو گئے تھے اور عملیّات کا شوق پیدا ہو گیا جس نے آپ کے قوائے دماغی پر اثر ڈالا اور پھر آپ شیخی تعلیم کے گرویدہ ہو کر کربلا گئے اور سیّد کاظم رشتی کے تلامذہ میں داخل ہوئے۔

اب تک آپ کو کسی دعوے کا خیال نہ تھا اور نہ کوئی امر مدّ نظر تھا۔ لیکن سیّد کاظم رشتی نے "رکن رابع" کے منصب کی بنیاد قائم کر دی تھی اور اُن کے انتقال کے بعد شیخی جماعت کے مقدسین بہت زیادہ

ایسی ہستی کی تلاش میں تھے جو "رکن رابع" کا درجہ رکھتی ہو اور جو واسطہ ہو بین الامام والخلق یعنے حضرت حجت جو پردۂ غیبت ہیں اُن کا ایک ظاہری قائم مقام ہو۔ پس اب حضرت علی محمد باب کو "رکن رابع" کے منصب کا ادعا ہوا اور یہ کہ میں حضرت حجت تک پہونچنے کا ذریعہ اور آپ کی حضرت سے فیضیاب ہونے کا دروازہ ہوں۔

بشروئی وغیرہ نے اس دعوے کا خیر مقدم کیا اور لوگوں کو اسکی دعوت دی۔ اس موقع پر اگر سید کاظم رشتی کے ایک دوسرے بڑے شاگرد حاج کریمخان شیخی کا ایسا کوئی رقیب آپ کا پیدا نہ ہوتا تو غالباً آپ کا دعویٰ اُنھی ابتدائی درجات تک محدود رہتا اور آپ بس بابیت و نیابت ھی پر قانع رہتے لیکن افسوس ہے کہ "رکن رابع" کا درجہ پورے طور پر حاج کریمخان نے حاصل کر لیا اور شیخی جماعت کی اکثریت اُنکی گرویدہ ہوگئی اسلئے حضرت باب کیلئے اس میدان میں کسی پیشقدمی کا موقع باقی نہ رہا اور آپ نے اپنا قدم آگے رکھا یعنے مہدویت و قائمیت کا دعویٰ کیا اور یہ کہ آپ ھی وہ امام موعود ہیں جس کے مسلمان تیرہ سو برس سے منتظر تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ ایران کے عمّال حکومت میں سے دو شخصوں نے ابتدأ میں بڑی سخت سیاسی غلطی کا ارتکاب کیا جس سے ایران میں بابی مذہب

کی نشوونما کو فائدہ پہونچا۔

ایک طرف حاج میرزا آقاسی صدر اعظم کی سختی اور تشدد پسندی جسکے نتیجہ میں حضرت باب کو جیلخانہ میں ڈالا گیا اور دوسری طرف معتمد الدولہ منوچہر خاں کی جانبداری وحمایت۔

اگر حضرت باب کو چھوڑ دیا جاتا اور وہ آزادی کے ساتھ لوگوں کے درمیان میں رہ کر اپنے خیالات کی نشر واشاعت میں مصروف ہوتے تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سوائے چند نفر بے مایہ شیخی مقدسین یا اصحاب اغراض کے کوئی بھی اُنکا گرویدہ نہوتا اور وہ ایک محدود دائرہ میں اپنا اثر قائم رکھہ زندگی گذار دیتے اسلئے کہ اُنکی علمی وعملی زندگی کوئی ایسی حیثیت نہ رکھتی تھی جو لوگوں پر اثر ڈال سکتی اور اُن کو آپ کی مہدویت کا یقین دلا سکتی لیکن جیل خانہ میں رہ کر نظر خلق سے مخفی ہونا اس کا باعث ہوا کہ عوام کے ذہن میں آپ کے متعلق مبالغہ آمیز خیالات راسخ ہوگئے اور آپ کے مبلغین جنکی نظر میں خود آپ کی عظمت تو جتنی تھی وہ خدا کو معلوم ہے لیکن اُن کو اس تحریک میں خود اپنے لئے نہ معلوم کیا کیا منازل ومراتب حاصل کرنے کے توقعات تھے وہ آپ کے حالات کو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کرتے اور عوام کی ناواقفیت سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔

مذاہب عالم میں سے کسی مذہب میں یہ نہ سنا گیا ہوگا کہ بانی مذہب

کو خبر بھی نہ ہو اور اُس کے اتباع اور صحابہ اپنی طرف سے احکام کی ایجاد کر رہے ہوں۔ قانون مقرر کر رہے ہوں اور لائحہ عمل طیار کرتے ہوں۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ صرف حضرت باب کے اوپر ایمان نہ لائے تھے بلکہ دین سازی کے کام میں آپکے شریک اور رفیق کار تھے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اُدھر بیچارے حضرت باب مہدیت و قائمیت کے مدعی تھے اور ادھر یہ اصحاب خاص ہر ایک اپنی جگہ پر قائمیت کے درجہ کا مالک ہو گیا اور اس فقرہ کے رو سے کہ "قائم فی زنجان و قائم بطبرستان و قائم بخراسان" ملا محمد علی حجت قائم زنجان اور ملا محمد علی قدوس قائم طبرستان اور ملا حسین بشروئی قائم خراسان کہے جانے لگے۔

حضرت علی محمد باب نے ماکو میں چاہا کہ وقتی طور پر توبہ کر کے کسی طرح اس حبس ضرر سے نجات حاصل کریں مگر توبہ قبول نہیں ہوئی اور آپ جیلخانہ ہی میں مقید رہے۔

ادھر آپکے اتباع یا شرکائے کار کو جو آزادی کی زندگی گذار رہے تھے یہ جو معلوم ہوا کہ ہمارے مرشد نے توبہ کر لی تو اُس کا اثر اُلٹا پڑا کہ اُن کو اپنے مقاصد پامال ہوتے ہوئے نظر آئے اسلئے اُنھوں نے زیادہ جوش و خروش کا اظہار کر کے یہ چاہا کہ معاملہ کو سنگین بنا دیں اور اس توبہ کا اثر زائل کر دیں اسکے نتیجہ میں طبرستان وغیرہ کے وقایع پیش آئے۔

حضرت باب نے دیکھا کہ اب تیر از کمان رفتہ ہے۔ ایک طرف حکومت کو توبہ منظور نہیں دوسری طرف اصحاب اتنے پُرجوش ہیں کہ اگر میں اپنے دعوے سے دستکش بھی ہو جاؤں تب بھی میرے خود غرض اتباع جیسے حسین علی بہار۔ مرزا یحییٰ ازل۔ محمد علی قدوس۔ ملا حسین باب الباب۔ طاہرہ قرۃ العین سید یحییٰ دارابی وحید۔ ملا محمد علی حجت وغیرہ اس فتنہ کو فرو نہ ہونے دینگے اور اگر میں ذرا ڈھیل دوں تو کوئی دوسرا شخص میدان میں آکر کوس لمن الملکی اور نقارۂ انا اللّٰہی بجا دیگا۔ اس صورت میں بھی کہ کوئی دوسرا شخص اس دعوے کو اپنے ہاتھ میں لیلے اگر آپ کی جان بچ جاتی تو خیر مگر مشکل تو یہ ہے کہ اس صورت میں بھی چونکہ ابتدا آپ ہی کی طرف سے ہے اور سبب شورش وفتنہ آپ ہی قرار پائے ہیں حکومت کی طرف سے آپ ہی معتوب ہوں گے اور آپ ہی ان مصائب کا نشانہ بنینگے۔

بس یہ خیال کر کے آپنے اپنی جان پر کھیلجانے کا تصفیہ کیا اور توبہ نامہ پیش کرنے اور اُسکے مسترد ہونیکے بعد پھر آپنے اپنے کام کو بلند آہنگی کے ساتھ شروع کیا۔

قائمیت کا منصب اب ارزان ہو چکا تھا۔ قدوس، باب الباب وحید، حجت، سب ہی اپنی اپنی جگہہ کے قائم تھے اس لئے حضرت باب کیلئے اب قائمیت کے منصب پر قائم رہنا کسر شان کا سبب تھا۔

بدشت کے میدان میں اصحاب نے جمع ہو کر آپ کے لئے نبوت مستقلہ اور شارعیت کا خلعت طیار کر دیا تھا اسلئے آپ نے اپنے عقیدت کیش اصحاب کے اس تحفہ کو خوشی سے قبول فرمایا اور "ماکو" کے قید خانہ میں نبوّت ورسالت کا کام شروع کیا۔ اور اپنی کتاب معجز کتاب "بیان" کی تصنیف میں مصروف ہوئے۔ لطف یہ ہے کہ آپ کو اپنی تیز نویسی پر ناز تھا اور اسی کا آپنے بطور معجزہ ادّعا کیا تھا کہ میں روزانہ ایک ہزار بیت لکھ لیتا ہوں لیکن باوجود اسکے ماکو کے قید خانہ میں جہاں کہ آپ کو کوئی اور کام بھی نہ تھا آپ دو سال کی مدت میں اپنی کتاب "البیان" کو پایۂ تکمیل تک نہ پہونچا سکے۔

آپنے اپنی کتاب بیان میں ۱۹ کے عدد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس سے آپ کو خاص شغف تھا "باب" کے بجائے "واحد" قرار دیئے ہیں جسکے عدد ۱۹ ہیں۔ یعنے جہاں لکھنا ہو الباب الاول؛ الباب الثانی؛ وہاں آپ لکھتے ہیں الواحد الاوّل الواحد الثانی اور اُسی عدد کے مطابق آپنے کتاب کو ۱۹ واحد یعنے ۱۹ باب پر مبنی قرار دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ اتنی طویل مدت میں صرف ۸ واحد تحریر فرما سکے ہیں جو بقول مصنف کشف الحیل کے آٹھ ہزار بیت سے زائد نہیں ہیں۔ اگر آپ روزانہ ایک ہزار بیت تحریر کرتے تھے تو پوری کتاب آپکے ۱۹ دن کا کام تھا۔ پھر آخر دو سال

میں ختم کیوں نہ ہوئی یا آپ کو لکھنے میں اتنے غور و فکر کی ضرورت پڑتی تھی جس کے لئے اتنی مدت بھی ناکافی تھی۔

قلعہ شیخ طبرسی کی جنگ میں نبوت کا عہدہ حضرت قدوس کو ملگیا اور حضرت باب کیلئے ربوبیت کا دور شروع ہوا اور مرزا یحیی صبح ازل "مرآۃ شمس ربوبیت" (آئینہ آفتاب ربوبیت) قرار دیے گئے اور بالکل آخری زمانہ میں آپ کرسی الوہیت پر جلوہ افروز ہوگئے اور اُس میں حضرت صبح ازل کو بھی حصہ دار قرار دیا چنانچہ آپ ایک لوح میں جو مرزا یحیی صبح ازل کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں۔

بسم العزیز المحبوب هذ الکتاب	یہ خط ہے خدائے مہیمن و قیوم کی طرف سے خدائے
من عند الله المهیمن القیوم	عزیز محبوب کے نام۔ خدا گواہ کہ سوائے اُسکے کوئی خدا
الی الله العزیز المحبوب شهد الله	نہیں اُسی سے مخصوص ہے خلق کرنا اور اُسی کیلئے ہے حکم کرنا
انه لا اله الا هو له الخلق و	قبل بھی اور بعد بھی وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا
الامر من قبل ومن بعد یحیی	ہے پھر وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے
ویمیت ثم یمیت ویحیی وانه	اور وہ خود زندہ ہے کبھی مرتا نہیں۔ اُسکے
هو حی لا یموت فی قبضته	قبضہ میں ہے ہر شئی کی حکومت وہ خلق کرتا
ملکوت کل شیء یخلق ما یشاء	ہے جس چیز کو چاہتا ہے اپنے حکم سے اور
بامره انه کان علی کل شیء	اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اے مستمی

قد یران یا اسم الازل فاشهد	باسم ازل تم گواهی دو که نهیں ہے کوئی
علی اللہ لا الہ الا انا العزیز المحبوب	خدا سواے میرے کہ میں عزیز محبوب
ثم اشهد علی انه لا اله الا	ہوں پھر میں گواهی دیتا ہوں اس بات
انت المهیمن القیوم ـ	کی کہ نہیں ہر کوئی خدا سواے تمہارے کہ تم مہیمن
	و قیوم ہو
یہاں تک آپ فرماتے ہیں ـ	
اننی انا اللہ لا اله الا انا العلام	یقیناً میں ہی بس اللہ ہوں کوئی خدا
المقتدر وان شئت فقل	نہیں ہے سواے میرے کہ میں علام
اننی انا اللہ لا اله الا انا	و مقتدر ہوں اور اگر تم چاہو تو تم بھی
السلطان المنیع	کہو کہ میں ہی بس اللہ ہوں کوئی خدا

نہیں ہے سوائے میرے کہ میں سلطان منیع ہوں ـ

یہ واقعہ ہے کہ آپنے میرزا یحیٰی کو اپنا جانشین بنایا تھا اور اس لوح سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اُن کو اُلوہیت کے دعوے تک کی اجازت دی تھی لیکن اس کے بعد جب منصب الوہیت پر بہاء اللہ نے قبضہ فرمایا تو وہ مرزا یحیٰی، شیطان ـ ابلیس بن گئے اور گمراہ و گمراہ کن خلق سمجھے جانے لگے ۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

بہر حال یہ ہمارے رسالہ کے دوسرے حصہ سے متعلق ہے اور وہاں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائیگی ـ

افسوس ہے کہ یہ الوہیت حضرت نقطۂ اولیٰ جل ذکرہ الاعظم کے سزاوار نہیں ہوئی اور اس کے بعد بھی آپ قتل کر ڈالے گئے یعنی الہ حی لایموت کو نالائق بندوں نے دار پر چڑھا کر ختم کر دیا۔

بابی مذہب کی نشو ونما میں انصاف کا خون ہوگا اگر حضرت قرۃ العین کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ جتنی شورشیں حضرت باب کی زندگی میں اور آپ کے بعد ہوئی ہیں اور جس قدر بھی عام افراد میں اس مذہب کی اشاعت ہوئی ہے اُس کا بڑا حصہ حضرت قرۃ العین کے دم قدم سے تھا۔

آپ کے علمی و ادبی کمالات کے متعلق جس قدر خیالات بہائی حلقوں میں ظاہر کئے جاتے ہیں وہ اگرچہ مبالغہ سے خالی نہیں ہیں۔

آپ کے ادبی ذوق کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کرنا کہ اُن کے قبل و بعد کوئی ویسی عورت ہوئی ہی نہیں تاریخی حقائق سے چشم پوشی کا نتیجہ ہے۔

آپ کی طرف جو اشعار منسوب کئے جاتے ہیں اُن میں بہت ایسے ہیں جو یقینی طور سے کسی دوسرے شاعر کا نتیجہ فکر ہیں اُنکا منسوب کرنا قرۃ العین کی طرف صریح غلطی ہے۔

سب سے مشہور غزل جو آپ کی طرف منسوب ہے اور "تحفۂ طاہرہ" مصنفہ اسفندیار بختیاری (مطبوعہ جید برقی پریس دہلی) کے صفحہ ۳۸-۳۹ پر

درج بھی کی گئی ہے وہ یہ ہے۔

لمعات وجھك اشرقت وشعاع طلعتك اعتلا
زچہ روا الست بربکم نزنی بزن کہ بلی بلی

بجواب طبل الست تو زولا چو کوس بلی زدند
ہمہ خیمہ زد بدر دلم سپہ غم وحشم بلا

من وعشق آن مہ خوبرو کہ چو زد صلائے ہلہ براو
بنشاط وقہقہہ شد فرو کہ انا الشہید بکربلا

چو شنید نالۂ مرگ من پئے ساز من شد وبرگ من
فمشی الیّ مہرولا وبکی علیّ مجلجلا

چہ شود کہ آتش حیرتی زنسیم تقلۂ طور دل
فسکتہ ودکتہ مندکا متزلزلا

پئے خوان دعوت عشق تو ہمہ شب زخیل کروبیان
رسد ایں صفیر مہیمنی کہ گروہ غمزدہ الصلا

توچہ فلس ماہی حیرتی کہ زنی زبحر وجود دم
بنشین چو طوطی ودمبدم بشنو خروش نہنگ لا

اسکے متعلق بہائی تاریخ "کواکب الدریہ" میں اعتراف موجود ہے کہ یہ غزل حقیقۃً ایران کے ایک دوسرے شاعر ملا باقر متخلص بصحبت لاری

لکی ہے اور اُنکی کتاب میں مطبوعہ موجود ہے۔

مقطع کا مصرع جسے یوں بنایا گیا ہے کہ "بنشیں چو طوطی و دمبدم بشنو خروش نہنگ لا" وہ اصل میں یوں ہے کہ "بنشیں چو صحبت و دمبدم بشنو خروش نہنگ لا" اور قاعدہ سے یہی ہونا بھی چاہیئے اسلئے کہ حضرت قرۃ العین کا تو تخلص بھی طوطی نہ تھا تاکہ اس لفظ کا کوئی موقع ہوتا۔

ہاں دوسری غزلوں میں ممکن ہو کہ یہ حقیقۃً آپ کی بھی ہوں جیسے غزل جس کا مطلع ہے۔

گر بتو افتدم نظر چہرہ بچہرہ رو برو　　　شرح دہم غم ترا نکتہ بنکتہ مو بمو

لیکن آپ سے قبل ایسی عورتیں گذری ہیں جن کا ادبی مذاق اعلیٰ پیمانہ پر تھا جیسے زیب النساء جنکے اشعار زبان زد خلق ہیں۔

لہذا یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں سمجھنا چاہیئے۔

بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ تعلیمیافتہ تھیں۔ ادبی ذوق رکھتی تھیں۔ اپنے حسن و جمال و شوخی گفتار کی جہت سے جذب کی قوت رکھتی تھیں اور اُن اسباب کی بنا پر جن کا تذکرہ سابق میں ہو چکا آپ کو بابی تحریک کی نشر و اشاعت کے ساتھ ایک خاص شغف بھی تھا اور عورت کی فطرت کی بنا پر کہ جس بات کے پیچھے پڑے اُس کو آخر تک پہونچا دے آپ پوری ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے مقصد میں منہمک بھی تھیں۔

ایران میں اُس وقت تک آزادی کا دورہ نہ تھا اسلئے یہ ایک بالکل نئی بات تھی کہ ایک عورت باہمہ نازو ادا و خصوصیات نسائیت بیحجاب و نقاب مجمعوں میں تقریریں کرے اور ایک مذہب کی اشاعت میں مصروف ہو اسلئے ہزاروں آدمی ٹوٹے پڑ رہے تھے اور سیکڑوں آدمی مرنے مارنے پر طیار ہو گئے تھے۔ اور یہ آپ ہی کا جوش و استقلال اور ضد ہٹ دھرمی تھی کہ جس نے علی محمد باب کے قتل ہو جانے اور باب الباب۔ قدوس کے مارے جانے کے بعد بھی ہزاروں آدمیوں کو تلوار کی نذر کرا دیا اور ایک عرصہ تک ایران میں ہنگامہ برپا رکھا اور اسی لئے حکومت مجبور ہوئی کہ وہ بدقت و دشواری اُن تمام فتنوں کو فرو کرنیکے بعد جو پیدا ہوئے تھے جب آپ پر قابو پائے تو بغیر کسی مراعات و رواداری کے آپ کی زندگی کو فنا کرنا ہی ضروری سمجھے اور آپ کو قتل کر ڈالے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ جونہی آپ قتل ہوئیں بابی جماعت کی تمام شورشیں ختم ہو گئیں اور حسین علی بہاء و مرزا یحییٰ ازل کچھ مختصر تعداد میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر کے ایران سے باہر نکالے گئے۔ اور اس طرح ایران کی فضا میں ایک دیرپا سکون پیدا ہو گیا۔

علی نقی النقوی عفی عنہ

۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ

عجائب و بینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی میں ظاہر ہوئی ہے ۱۳۵۰ھ
مشاہد مشرفہ ائمہ معصومین علیہم السّلام سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنی
زات ظاہر ہوئے ان کے مستند تفصیلی واقعات اسمیں شایع کئے گئے ہیں
ارباب ایمانی کیلئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل
صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء کا نتیجہ
م ان ہی کی ذاتی تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ سفید چکنا
قیمت صرف ایک عہ روپیہ۔ خرچہ ڈاک دو آنہ (۲ر)

وجیزۃ الاحکام

عرصے سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماء دام ظلہ
کے فتاوی اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جائے چنانچہ سردست
مختصر اور اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے انشاء اللہ آئندہ ایک مبسوط کتاب
مسائل فقہ میں جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کیجاویگی۔
قیمت فیجلد چار آنہ اور خرچہ ڈاک ایک آنہ ار

آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

(۱)	قاتلان حسینؑ کا مذہب (تیسرا ایڈیشن)	قیمت ۴ر	خرچہ ڈاک ار
(۲)	تحریف قرآن کی حقیقت (دوسرا ایڈیشن)	۶ر	″ ا۰ر
(۳)	مولود کعبہ	″ ار	″ ۰ر
(۴)	وجود حجت	″ ۴ر	″ ار
(۵)	اصول دین اور قرآن	″ ۴ر	″ ار
(۶)	اتحاد الفریقین حصہ اوّل	″ ۴ر	″ ار
(۷)	حسینؑ اور اسلام اردو	″ ۷ر	″ ۰ر
(۸)	″ ″ ہندی	۱۰ر	″ ۰ر
(۹)	″ ″ انگریزی	۲ر	″ ۰ر
(۱۰)	متعہ اور اسلام	۹ر	″ ا۰ر
(۱۱)	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	۱۰ر	″ ۰ر
(۱۲)	تجارت اور اسلام	۳ر	″ ۰ر
(۱۳)	اتحاد الفریقین حصہ دوم	۴ر	″ ار
(۱۴)	علیؑ اور کعبہ	ار	″ ۰ر
(۱۵)	رجال بخاری حصہ اوّل	۶ر	″ ا۰ر
(۱۶)	مذہب باب وبہاد	۵ر	″ ار
(۱۷)	نور فرزند غدیر	ار	″ ۰ر
(۱۸)	مجاہدۂ کربلا	۲ر	″ ۰ر

ملنے کا پتہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ